رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

# ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین۔ اکمل

نمبر ۷ | جولائی ۱۹۲۵ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ | جلد ۲۴

## فہرست مضامین



مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھپا کر قادیان سے شائع کیا

# وی پی ماہ اگست میں ہونگے

میں نے پہلے اعلان کیا تھا کہ جن احباب کی طرف سے ۱۹۲۵ء کی قیمت تاحال وصول نہیں ہوئی انکے نام جولائی کا رسالہ وی پی ہوگا۔ مگر الفضل کے سالانہ وی پی ہونیکی وجہ سے مناسب سمجھا گیا کہ ماہ اگست کا رسالہ وی پی ہو احباب تیار رہیں اور توسیع اشاعت کے لئے بھی خاص کوشش فرماویں ۔

**قرآن مجید کا گورمکھی ترجمہ** یہ امر نہایت مسرت اور فخر کا موجب ہے کہ مکرمی جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے قرآن مجید کا ترجمہ گورمکھی میں ختم کرلیا ہے نہ صرف مسودہ مکمل ہو چکا ہے بلکہ چھپوا بھی لیا ہے۔ جو کام ایک جماعت کے کرنیکا تھا تن تنہا ایک شخص نے سرانجام دے لیا ذٰلک فضل اللہ۔ شیخ صاحب نے جس محنت و انہماک سے یہ کام کیا ہے اس کا کچھ کچھ حال مجھے معلوم ہے۔ اور سب سے عجیب بات تو یہ ہے کہ نور فنڈ کا حال سب کو معلوم ہے تاہم شیخ صاحب نے گورمکھی ترجمہ چھپوا بھی لیا ہے۔ اب یہ عربی متن کو ساتھ ملحق کرنے کیلئے اشاعت سے بوجہ مالی مشکلات جو لازمی ہیں رکا ہوا ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے لئے اسباب بہم پہنچا دیگا۔ سکھ ایک بہادر قوم ہے اور جب ہم ثابت کر چکے ہیں کہ باوا نانک علیہ الرحمۃ مسلمان اور اسلام کے فدائی تھے۔ تو انکا حق ہے کہ ہم اس کتاب ہدایت کو ان تک پہنچائیں۔ یہ تمام جماعت احمدیہ کا فرض تھا جس کا ایک حصہ شیخ صاحب نے ادا کر دیا۔ اب اسکی اشاعت ہمیں اپنے ذمے لینی چاہیئے۔ جب کبھی شیخ صاحب سے میری ملاقات ہوئی اور انکے ہاتھ میں پروف دیکھے تو میں نے بعض مقامات سے پڑھا کر ترجمہ سنا تو اس کا اسلوب بیان قابل تعریف پایا۔ خدا تعالیٰ اجر دے اور اسکی اشاعت کی توفیق ۔

**اچھوت قومیں** یہ نہایت خوشنما رسالہ جسکی لکھوائی چھپوائی کاغذ اعلیٰ اور قابل تعریف ہے۔ انفرمیشن بیورو پنجاب کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ پنجاب کی بعض قدیمی قوموں کا تاریخی ذکر ہے جنہیں آجکل اچھوت سمجھا جاتا ہے۔ گورنمنٹ اور مختلف مذاہب کی انجمنوں نے انکی اصلاح کیلئے جو کوشش کی ہے اسکی تفصیل بھی مندرج ہے قابل دید تاریخی مجموعہ ہے قیمت ۸؍ پتہ مذکورہ بالا سے طلب کریں ۔

**تیمارداری** مریض کے علاج سے زیادہ ضروری اور نازک معاملہ تیمارداری کا ہے۔ ڈاکٹر قاضی عبد اللطیف صاحب سب اسسٹنٹ سرجن جے پور نے اسپر ایک رسالہ قیمتی معلومات سے پر لکھا ہے۔ چھ فصلیں ہیں اور ہر قسم کی ہدایات ہیں جو روزمرہ کام آنیوالی ہیں قیمت ۴؍ ۔

**بچوں کو پڑھانے کیلئے پہلی کتاب** علامہ سید ابو البرکات محقق دہلی نے یہ کتاب بچوں کیلئے ریڈنگ لیڈر کے نام سے چھپوائی ہے جسمیں ایک قصہ ہے جسے پڑھ کر ہمت بلند ارادہ وسیع ہوتا ہے قیمت ۴؍ لکھوائی چھپوائی کاغذ عمدہ اعلیٰ۔ آخر میں ایک نظم بھی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

# قرآن مجید اور بائیبل

اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنی طرف سے جو کتابیں بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل فرمائیں اُن کے پیرو دنیا میں اب تک موجود ہیں۔ اور اُن میں سے ہر ایک اس بات کا مدعی ہے کہ انہی کی کتاب کامل و مکمّل ہے۔ ہر قسم کے نقائص سے پاک اور منزّہ۔ تمام خوبیوں کی جامع اور وارث ہے۔ مگر جیسا کہ کسی جگہ بھی صرف زبانی دعویٰ کسی حقیقت کو ثابت نہیں کر سکتا۔ بعینہٖ اسی طرح یہاں بھی اگر ہر ایک صرف زبانی ادّعا ہی رکھتا ہے دلیل کچھ نہیں۔ ثبوت پاس نہیں۔ براہین و شواہد نہیں۔ تو یقیناً ایسے دعاوی دعاویٔ باطلہ ہونگے۔ نہ کہ قابل قبول اور لائق شنید۔

عیسائی مذہب بھی منجملہ اُن مذاہب کے ہے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے کسی زمانہ میں اپنی کتاب کو نازل فرمایا۔ یہ کہتے ہیں کہ بائیبل یعنی کتاب مقدّس تمام ضروریات زمانہ کی حامل ہے۔ ہر بات جسکی نوع بشر کو ضرورت ہے۔ اسمیں موجود ہے۔ تمام حقائق و معارف کا گنجینہ اور علوم و فنون کا خزینہ ہے۔ مگر ہمارا دعویٰ اسکے برخلاف اپنی پاک کتاب خدائے واحد و برتر کی نازل کردہ کلام قرآن مجید کے متعلق یہ ہے۔ کہ یہی کامل و مکمّل۔ اتم اور اکمل ہے۔ اور بقیّہ تمام کتب سماویہ اسکے بالمقابل کم وقعت ہیں۔ سو اب ہمارے لئے یہ ضروری ہُوا کہ ہم دلائل و براہین۔ شواہد و ثبات کی روشنی میں اپنے ان جھگڑوں کو لیجائیں۔ سچّے اور جھوٹے کو پرکھیں۔ کھرے اور کھوٹے کا پتہ لگائیں۔ کہ تا ایک صحیح بات یقینی امر۔ خلوق الٰہی کی بہتری کا سامان۔ ممیّز و ممتاز ہوکر ہر بینائی رکھنے والے انسان کو کما حقّہٗ نظر آجائے۔ سو یاد رہے کہ کسی کتاب کو کامل و مکمّل کہنے والے کے لئے سب سے پیشتر یہ ضروری مرحلہ طے کرنا نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ کتاب جس کا وہ پیرو اور متبع ہو۔ خود کہے کہ میں کامل ہوں۔ اتم اور اکمل ہوں۔ ہر قسم کے عیوب سے پاک اور منزّہ ہوں۔ نہ کہ اُس کے پیرو بلا اُس کے کسی دعویٰ کے خود ہی اُٹھیں اور اسکو اہل جہان کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیں۔ کہ لو اپنی آخرت کا بہترین توشہ اور اپنی زندگی کا خوشگوار حصّہ یہی ہے چاہو تو قبول کر لو۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات اُس ضرب المثل کے تحت آویگی کہ مُدّعی سُست گواہ چست۔

بھلا ان کی کتاب نے کب کامل ہونیکا دعویٰ کیا جو یہ کر رہے ہیں۔ اور اُن کی کتاب کب اتم اور اکمل ہونیکی مدعی ہے جو یہ اُسکو ایسا ثابت کرنیکی کوشش میں مصروف ہیں۔ یہی حقیقت اِن عیسائیوں پر بھی بخوبی چسپاں ہوجاتی ہے۔ عیسائی بڑے فخر و خیلاء سے اپنی مقدس کتاب تمام اہل جہان پر پیش کرتے ہیں اور مکمل ہونے کا دعویٰ بھی ساتھ بتلائے جاتے ہیں۔ مگر سچی اور یقینی بات یہی ہے کہ ہرگز اور ہرگز بائیبل نے کہیں بھی اپنے کامل ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ ان عیسائیوں کی سینہ زوری اور جسارت و دلیری ہے۔ اگر عہد عتیق کامل ہوتا۔ اور اہل جہان کی تمام ضروریات زمانہ کا حامل تو اسمیں یہ کس لئے لکھا ہوتا کہ "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا۔ تم اس کی طرف کان دھریو" (استثناء ۱۸/۱۵) اور یہ کہ "اپنا کلام اسکے مُنہ میں ڈالونگا۔ اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب اُن سے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہیگا۔ نہ سُنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا" (استثناء ۱۸/۱۹)

یہاں سے تو بالصراحت ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی آیندہ زمانہ میں موسیٰؑ کی مانند ایک صاحب شریعت رسولؐ۔ نبیؐ۔ دنیا میں مبعوث فرمائیگا۔ اور وہ اِس عظمت و جلال کا رسول ہوگا۔ کہ اس کی نافرمانی و انکار اللہ تعالیٰ کے مواخذہ کا موجب بنیگا۔ سو اگر یہی مقدس بائیبل تمام مخلوقات عالم کی برتری و بہتری کیلئے ایک نہ تبدیل ہونیوالی کتاب۔ ایک نہ منسوخ ہونیوالا الٰہی کلام ہوتا۔ تو کس لئے ایک اور صاحبِ شریعت نبی کی ضرورت پڑتی۔ جسکے انکار پر ایک بڑا الٰہی غضب ساری جہان پر مستولی ہوتا۔ اور وہ اسکے مواخذہ کے نیچے آتے۔

اور اسی طرح اگر عہد جدید یعنی مقدس انجیل۔ اتم۔ اکمل اور ہر خیر و برکت کا مجموعہ۔ معارف و حقائق کا خزانہ اور تمام ضروریات زمانہ پر حائل ہوتی۔ تو اس میں بھلا کس لئے مسیح علیہ السلام یہ فرماتے کہ:- "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اِس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا۔ لیکن جو کچھ سُنیگا۔ وہی کہیگا۔ اور تمھیں آئندہ کی خبریں دیگا" (یوحنا ۱۶/۱۲) سو اب کیونکر تمام کی تمام بائیبل کیا عہد عتیق اور کیا عہد جدید ہر قسم کے شر و اور مفاسد۔ تمام قسم کی بدیوں اور برائیوں کا قلع اور قمع کر سکتی ہے۔ جبکہ وہ خود مکمل ہونیکی مدعی نہیں۔ اور پھر کیونکر یہ عیسائی اس بات کا حق رکھتے ہیں۔ کہ بائیبل کو کامل و مکمل کہا کریں۔ حقیقت یہی ہے کہ سوائے قرآن مجید کے جو خدائے ذو الجلال آفرینندہ زمین و آسمان کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔ کسی نے بھی کامل ہونیکا کچھ بھی دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں یہی کتاب ہے۔

جس نے بآواز بلند کہدیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اور یہی کتاب ہے جس میں ہر قسم کے شرور اور مفاسد کا حقیقی اور صحیح علاج۔ تمام نیکیوں اور تقویٰ کی باریک راہوں کے سربستہ رازوں کا پورا انکشاف بیّن اور واضح طور پر کیا گیا عقلمند اور دانا ان امور سے فائدہ اٹھاویں۔

پھر اے قارئین کرام نہ صرف اسوجہ سے بائیبل ناقص ہے کہ اس کتاب نے ایک اور صاحب شریعت رسولؐ کی خبر دیکر اپنے ناقص اور ادنیٰ ہونے پر مُہر لگائی ہے۔ بلکہ بعض اور وجوہات بھی ہیں۔ جن سے علیٰ وجہ البصیرت اس امر پر یقین رکھنا پڑتا ہے کہ یقیناً یہ بائیبل جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے ہرگز اس امر کی صلاحیت نہیں رکھتی کہ وہ تمام جہان کی طرف اُتاری جاتی۔

**بائیبل کے ناقص بمقابلہ قرآن مجید ہونے پر دوسری دلیل**

سب سے اوّل کامل کتاب کیلئے یہ نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ کامل اور عالمگیر تعلیم دے۔ یہ نہ ہو کہ وہ صرف ایک ہی پہلو پر زور دیتی جائے۔ بلکہ انسانی قویٰ کے تمام پہلوؤں اور تمام حصّوں پر ہر رنگ میں ہدایات ہوں۔ کہ تا تمام قسم کے انسان امیر اور غریب۔ عالم اور جاہل بڑے اور چھوٹے بچے اور بوڑھے یکساں پورے طور پر عمل پیرا ہو سکیں۔ یہی بائیبل جس کے متعلق عیسائیوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ مکمّل کتاب۔ اتم اور اکمل ہے۔ ہمیں جو کچھ تعلیم دیتی ہے۔ اُس کا کچھ تھوڑا سا حصّہ احباب کرام ضرور ملاحظہ فرماویں:۔

استثناء $\frac{19}{21}$ میں لکھا ہے:۔ ”اور تیری آنکھ مروّت نہ کرے کہ جان کا بدلہ جان۔ آنکھ کا بدلہ آنکھ دانت کا بدلہ دانت۔ ہاتھ کا بدلہ ہاتھ۔ پاؤں کا بدلہ پاؤں ہوگا“

اب یہ ایسی سختی اور خشونت سے بھری ہوئی تعلیم ہے کہ غالباً اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دنیا میں ہزاروں انسان قصوروار ہوتے ہیں۔ وہ گناہ کرتے ہیں اور بگڑ جاتے ہیں۔ مگر بہر لیبا اوقات انکو معاف کر دینا۔ چھوڑ دینا۔ غلطی سے آگاہ کر کے درگذر کر دینا زیادہ مناسب صحیح اور نتائج کے لحاظ سے مفید ہوتا ہے۔ بہ نسبت اسکے کہ اُسے فوراً ہی اسی وقت اُسی قسم کی سزا دیجائے۔ ہو سکتا ہے اور کئی طبائع اس قسم کی ہوتی بھی ہیں کہ وہ سزا پر اور بھی خراب ہو جاتی ہیں۔ انکی وحشت اور درندگی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ سو یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ ساٹھ فیصدی اشخاص پر جب بائیبل کا یہ حکم جاری کیا جائے۔ تو وہ اور بھی بدیوں میں بڑھ جائیں۔ بُرائیوں میں ترقی کر جائیں۔ اور اصلاح و درستگی سے کوسوں اور کوسوں دُور ہوتے چلے جائیں۔ سو کامل کتاب کی ایسی تعلیم یقیناً ایک بڑا نقص بہت بڑی کمی اور بڑی کوتاہی ہے۔ ہزاروں آدمی معاف کر دینے سے اپنی بُرائیوں کو چھوڑ سکتے ہیں

مگر سزا پر اور بگڑ پڑتے ہیں۔ سو ایسا حکم ایک انسانی طبقہ پر جو خشونت اور سختی کا ہی مستحق ہوتا ہے۔ بیشک چسپاں ہو سکتا ہے۔ مگر ہر طبقے پر۔ ہر درجے پر۔ اس کا چسپاں کرنا غیر ممکن اور محال ہے۔

**عہد جدید کی تعلیم**

اور اگر کہا جائے کہ عہد جدید کی تعلیم ہر کس و ناکس کی حیثیت کے مطابق اور موافق ہے تو یہ بھی صحیح نہیں۔ انجیل میں لکھا ہے:۔ "میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے۔ دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لیجائے۔ اسکے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے اسے دے۔ اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ" متی ۵۔۳۹تا۴۲

اب دیکھو کہ مسیح علیہ السّلام کی تعلیم بھی کیونکر اور کس طرح سارے جہان کے لئے کہی جا سکتی ہے جبکہ اسمیں صرف ایک ہی پہلو کو دکھایا گیا۔ اور ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے۔ آج بھلا عیسائی مذہب میں سے ایک بھی ایسا ہے۔ جو ایک گال پر تھپڑ کھا کے دوسرا بھی پھیر دے۔ کرتہ مانگنے پر چوغہ بھی اُتار کر رکھدے۔ یقیناً ایسی تعلیم جو کہ اپنے پیروؤں اور متبعین کو بھی اپنا ہم خیال نہیں بنا سکتی۔ وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ ساری جہان کی ہدایت کا واحد ذریعہ ہے۔ مگر قرآن مجید ہے جو کس طرح تمام عالم کی طرف اپنے دعوے کو پیش کر کے پھر تمام انسانی طبقات کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ صحیح تعلیم دیتا ہے۔ جزاء سیئۃٍ سیئۃٌ مثلہا۔ فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظّٰلمین۔ کہ بُرائی کی سزا موقع اور مناسب محل پر تو ضرور دو۔ مگر جو عفو کو مناسب سمجھتے ہو تو معاف کر دو کہ اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبّت نہیں رکھتا۔

پس کیسی ہی اعلیٰ اور اتم تعلیم ہے۔ نہ افراط پر زور دیا۔ نہ تفریط پر قدم مارا۔ بلکہ صراط مستقیم درمیانی راہ کو اختیار کیا۔ اور اسکی وجہ بھی ایک اور جگہ بیان فرما دی کہ ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ۔ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولیّ حمیم۔ کہ بدی کو ہمیشہ اچھے طریق سے روکو۔ کہ جب اچھے طریق سے روکو گے۔ تو نتیجہ ہمیشہ عمدہ ہی نکلیگا۔ اور اس طرح پر جس شخص سے تمھاری دشمنی ہوگی وہ دوستی سے تبدیل ہو جائیگی۔ محبّت اور اُلفت۔ پیار اور اخوت پیدا ہو جائیگی۔ الغرض اگر بائیبل ہی ساری جہان کے لئے آئی تھی۔ کامل و مکمّل تھی۔ تو اُس نے کیوں ایسی تعلیم دی۔ جس میں صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا۔ اور دوسرے کو معدوم کر دیا گیا۔ یہ عزت در رفعت کا تاج قرآن کریم کے سر پر ہی ہے کہ اس نے جو تعلیم دی۔ پوری دی۔ ہر پہلو کو مدّنظر رکھ کر اور ہر بات کو جانچ کر۔ لوگوں کی طبائع اور فطرت کے مطابق اُن تک ہر بات پہنچائی۔ اور اس امر میں کوئی غیر مذاہب والا

اسلام کا قطعاً مقابلہ نہیں کر سکتا۔ سو اسی طرح اگر بقیہ ساری تعلیمیں ایک ایک کر کے لیجائیں۔ تو بخوبی معلوم ہو سکیگا۔ کہ بائیبل ہرگز اس امر کی اہل نہیں ہے کہ اسے ساری جہان کی ہدایت کا واحد ذریعہ قرار دیا جائے۔ مگر میں اسجگہ بخوفِ طوالت صرف ایک ہی تعلیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔ قارئین کرام اسی پر قیاس کر کے فیصلہ کر لیں کہ حقیقی سکھ کا ذریعہ۔ امن و آسائش راستی اور صداقت کے پھیلانے کا طریقہ کونسا ہے کیا بائیبل یا قرآن۔ پھر اگر بائیبل اپنی تعلیموں میں کمزور۔ صاف طور پر نظر آجائے۔ تو کیا پھر کچھ بھی شک ایک کامل اور اتم کتاب کی ضرورت میں رہ جاتا ہے؟

مسیح علیہ السلام انجیل میں بیان فرماتے ہیں کہ "میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ بالکل قسم نہ کھانا" اب یہ ایسی تعلیم ہے کہ زمانہ اس پر ہرگز عمل نہیں کر سکتا۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ قسم فیصلے کا ایک ذریعہ ہے اور فیصلے کے ذریعہ کو نظر انداز کر دینا ایک معیوب سا امر ہے دنیا میں ہزاروں عدالتیں ہیں۔ اُن میں قسمیں کھلائی جاتی ہیں۔ اور اُنپر بھی فیصلے کا ایک حد تک انحصار ہوا کرتا ہے۔ پھر لاکھوں معاملات دنیاوی ہیں۔ جن میں قسمیں ایک فیصلے کا زبردست ذریعہ قرار دی جاتی ہیں۔ اور آج ایک دنیا اس صداقت کو تسلیم کر رہی ہے کہ بلاشبہ قسمیں اور غلیظ قسمیں بہت حد تک جھگڑوں کا فیصلہ کرنیوالی چیزیں ہیں۔ پھر ان کو نظر انداز کر دینا کامل کتاب کی شان کے ہرگز شایاں نہیں ہے۔ پس کیونکر ہم مان سکتے ہیں کہ بائیبل سارے جہان کی ضروریات کا سدباب کرنیوالی ہے جبکہ وہ خود بعض امور کو نظر انداز کر کے ہزاروں ضروریات کا وسیع دروازہ کھول دیتی ہے۔ پس ایک کامل کتاب کی شدید ضرورت پڑی۔ جو ہماری راہنمائی کر سکے۔ اور ہماری حاجات کا انسداد کرے۔

## قسموں کے بارے میں قرآن مجید کا حکم

قرآن مجید اس امر میں ہماری رہبری کرتا ہوا تعلیم دیتا ہے کہ لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ایسی قسموں پر تو ضرور مواخذہ کریگا جو کہ غلیظ قسمیں ہوں ہاں بیہودہ قسموں سے منع فرمایا۔ اور تاکید کر دی کہ واحفظوا ایمانکم۔ اپنی قسموں کی حفاظت کرو اور اُن کو پورا کرو۔ اب دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے قسموں کے دروازے کو کھول دیا ہے بند نہیں کیا۔ ہاں بیہودہ قسموں سے روکدیا۔ جسکے روکنے کا حق تھا۔ اور یہ اسلئے کیا کہ تا ثابت ہو کہ قرآن کریم ایسی جامع افضل اور اعلیٰ کتاب ہے کہ کوئی کتاب بھی کسی بات میں اسکی کسی تعلیم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

پس بائیبل کے ناقص اور ادنیٰ ہونے پر جہاں یہ ایک زبردست دلیل موجود ہے کہ اُس نے ایک اور صاحب شریعت رسول ؐ کے آنیکی اطلاع دی۔ اور اس طرح اپنے ناقص اور

کمزور ہونے کا اظہار کیا۔ وہاں ہی۔ اس کی تعلیم کا ادنیٰ اور ناقص ہونا اس امر پر ایک اور واضح اور بیّن دلیل ہے کہ ہرگز وہ تمام اہل جہان کی خاطر نہیں کہی جا سکتی۔ لیکن اسکے مقابل قرآن کریم کا زبردست الفاظ میں تمام اہل جہان کی طرف آنیکا دعویٰ کرنا اور پھر مکمل و اعلیٰ تعلیم دینا اس بات کی بوضاحت ظاہر کر رہا ہے کہ یہی کتاب اہل جہان کے دُکھوں اور دردوں کی اکسیر دوا ہے۔

**بائیبل کے ناقص ہونے پر تیسری دلیل**

بائیبل کے ناقص اور کمزور ہونے پر تیسرا زبردست شاہد وہ اختلافات ہیں جو کہ اس کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ بائیبل کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اختلاف پر اختلاف نظر آئیگا۔ اور انسانی عقل حیران رہ جائیگی کہ یہ کیسی کتاب ہے جو ایک بات کہتی ہے اور دوسرے موقع پر پھر خود ہی اسکے خلاف کہہ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کامل کتاب کا یہ نہایت ہی ضروری اور اہم پہلو ہے کہ اسمیں کوئی اختلاف نہ ہو۔ شروع سے آخر تک ایک ہی امر کا اظہار ہو۔ گو رنگ الگ ہو۔ مگر ایسا تو نہ ہو کہ ایک جگہ ایک بات بیان کی گئی ہو۔ مگر دوسری جگہ اسی کی تردید ہو۔ ان اختلافات کا ایک عمیق دلدل بائیبل میں پایا جاتا ہے۔ اور ایک محقق انکو دیکھ کر ہرگز کسی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اور کیونکر پہنچے جبکہ کئی ایک باہم نقیض اقوال ایک ہی کتاب میں جمع ہو جاویں۔ میں اسوقت چند اختلافات کا نمونہ پیشکش احباب کرتا ہوں۔ لکھا ہے:۔

"اولاد کے بدلے باپ دادے مارے نہ جائیں۔ نہ باپ دادوں کے بدلے اولاد قتل کی جائے۔ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائیگا" (استثناء ۲۴/۱۶)

مگر اسکے بالکل ہی برخلاف خروج ۳۴/۷ میں لکھا ہے:۔

"باپوں کے گناہ کا اُن کے فرزندوں سے اور فرزندوں کے فرزندوں سے تیسری اور چوتھی پُشت تک بدلہ لیگا"

اور عجیب تر بات یہ ہے کہ اِن دونو تعلیموں کو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور ملاحظہ ہو۔ خروج ۳۳/۲۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے"

مگر پیدائش ۳۲/۳۰ میں لکھا ہے:۔

"اور یعقوب نے اسجگہ کا نام فنی ایل رکھا۔ اور کہا کہ میں نے خدا کو روبرو دیکھا۔ اور میری جان بچ رہی ہے"

اسی طرح گنتی ۲۳/۱۹ میں لکھا ہے:۔

"خدا انسان نہیں جو جھوٹ بولے نہ آدمی زاد ہے کہ پشیمان ہو۔"

مگر اسکے صریحًا خلاف ایک اور جگہ لکھا ہے کہ خدا پشیمان ہوا۔ جیسا کہ پیدائش ۶ میں آتا ہے۔

"تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا۔ اور نہایت دلگیر ہوا۔"

اب ہمیں بتلایا جائے کہ ان متضاد اقوال میں سے کون سے خداوند تعالیٰ کے ہیں اور کون سے دوسروں کے۔ اور پھر ہمیں سمجھایا جائے۔ کہ کس طرح ایسی کتاب حقیقتاً کامل کتاب کہلانے کی مستحق ہے جسکے اندر ایسی متضاد باتیں جمع ہوں۔ پادری فانڈر صاحب جو کہ مشہور ومعروف پادری گذرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب میزان الحق میں تحریر کیا ہے کہ "سچے اور حقیقی الہام کی تعلیمات میں باہمی تضاد و تناقض نہیں ہو سکتا۔" صفحہ ۲۷

اب اگر بائیبل سچی اور الہامی کتاب تھی۔ تو چاہیئے تھا کہ تضاد و تناقض نہ پایا جاتا۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ کسقدر عظیم الشان اختلاف اسمیں مرکوز ہیں۔ سو پادری صاحب کے مقرر کردہ اصول کے ماتحت بائیبل تو الہامی کتاب بھی نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ اسے کامل اور مکمل کہا جائے۔ مگر برخلاف اسکے قرآن شریف کو شروع سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ کہیں بھی اختلاف نہ پاؤ گے۔ بلکہ اسکی ہر آیت کو اور ہر لفظ کو ہر نقطے کو اور ہر زیر و زبر کو موتیوں کی مالا کی طرح پرویا ہوا پاؤ گے۔ کہ جس کو حکیم وحمید خدا نے کمال حکمت و دانائی سے اس طرح پرو دیا۔ فسبحان اللہ العلیّ العظیم۔

**بائیبل کے ناقص ہونے پر چوتھی دلیل**

پھر بائیبل کے ناقص ہونے پر چوتھی زبردست دلیل وہ صفات مذمومہ ہیں۔ جو کہ اُس خدائے برتر کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ جو تمام جہانوں کا خالق۔ مالک اور رازق ہے۔ بائیبل میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا کچھ تھوڑا سا نمونہ ذیل میں دکھایا جاتا ہے۔

**خدا کا جاگنا** زبور میں خدا سے یہ دعا مانگی جا رہی ہے۔ "تو مجھ سے ملنے کیلئے جاگ اور دیکھ" زبور ۵۹/۴

ایک اور جگہ خدا کو اس طرح پکارا جا رہا ہے۔ "اے میرے خدا اے میرے ربّ اُٹھ اور میرے انصاف کے لئے اور میرے فیصلے کے لئے جاگ" زبور ۳۵/۲۳

**خدا کی نیند** پھر لکھا ہے "بیدار ہو کیوں سو رہا ہے۔ تو اے خداوند۔ جاگ ہم کو ہمیشہ کے لئے ترک مت کر" زبور ۴۴/۲۳ اور یرمیاہ ۳۱/۲۵ میں لکھا ہے "کہ میں نے تھکی ہوئی جان کو آسودہ کیا۔ اور ہر غمگین روح کو سیر کیا۔ اسی پر میں جاگا۔ اور نگاہ کی۔ اور میری نیند مجھے میٹھی معلوم ہوئی۔"

**خدا کا زار زار رونا** اسی طرح یرمیاہ ۴۸/۳۱ میں لکھا ہے۔ "اسلئے میں موآب کے لئے واویلا کروں گا۔

ساری مو آب کیلئے میں زار زار روؤنگا۔"

**خدا کا مباحثہ کرنا**

اور لکھا ہے "جس طرح سے میں نے تمہارے باپ دادوں کے ساتھ مصر کے ملک کے بیابان میں مباحثہ کیا۔ خدا وند یہوواہ کہتا ہے اسی طرح میں تم سے بھی مباحثہ کرونگا۔" حزقی ایل ۲۰/۳۶

**خدا تھک جاتا ہے اور آرام کرتا ہے**

پھر زبور ۱۳۲/۸ میں لکھا ہے "اُٹھ اے خداوند آرامگاہ میں داخل ہو۔" اور یسعیاہ ۴۳/۲۴ میں یوں آیا ہے "تُو نے اپنے گناہوں سے مجھے باربردار کر دیا۔ اور اپنی خطاؤں سے مجھے تھکایا۔" اور عبرانیاں ۴/۴ میں لکھا ہے "خدا نے اپنے ساری کاموں کو پورا کرکے ساتویں آرام کیا۔"

ان حوالجات میں اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ خدا سوتا ہے اور جاگتا ہے۔ روتا ہے اور مباحثہ بھی کرتا ہے۔ تھک جاتا ہے اور پھر آرام بھی لیتا ہے۔ کیا ایک ایسی کتاب جو کہ تمام جہان کے لئے ہدایت کا ذریعہ قرار دی جاتی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی صفات مذمومہ کو پھیر سکتی ہے؟ پھر کیا ایسی صورت میں یہ کہنا غیر موزون ہوگا کہ بائیبل حقیقتاً اپنے تمام دعاوی میں تمام تعلیمات میں اپنی ان تمام صفات میں جن کو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتی ہے کمزور اور ناقص ہے۔ مگر قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ بیان فرماتا ہے کہ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم کہ اسکو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ پھر فرماتا ہے کہ ما مسّنا من لغوب۔ زمین و آسمان کی پیدائش سے اُسے کچھ بھی تکان محسوس نہ ہوئی۔ اور فرمایا کہ لیس کمثلہ شیٔ۔ کہ اسکی مانند کوئی اور چیز بالکل ہی نہیں۔ پس قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو کہ اپنے ہر پہلو میں تمام دنیا کے عالم کی ہدایت کا ایک غیر محدود سامان رکھتی ہے۔ ایسا سامان کہ جسکے بغیر کامیابی اور راحت غیر ممکن اور محال ہے۔

**بائیبل کے ناقص ہونے پر پانچویں دلیل**

بائیبل کے ناقص اور غیر مکمل ہونے پر پانچویں زبردست دلیل حضرت مسیح علیہ السلام کا وہ واقعہ ہے جو کہ متی باب ۱۵ آیت ۲۱ تا ۲۷ میں اس طرح پہ درج ہے:۔

"پھر یسوع وہاں سے نکلکر صور اور صیدا کے علاقے کو روانہ ہُوا اور دیکھو ایک کنعانی عورت اُن سرحدوں سے نکلی۔ اور پکار کر کہا کہ اے خداوند ابن داؤد مجھ پر رحم کر۔ ایک بدروح میری بیٹی کو بُری طرح ستاتی ہے۔ مگر اُس نے کچھ جواب اسے نہ دیا۔ اور اُس کے شاگردوں نے پاس آکر اُس سے یہ عرض کی کہ اسے رخصت کردے۔ کیونکہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے اُس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ مگر اُس نے آکر اُسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند میری

مدد کر۔ اُس نے جواب میں کہا کہ لڑکوں کی روٹی لیکر کُتوں کو ڈال دینی اچھی نہیں۔"

اب اس واقعہ سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السّلام اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجے گئے تھے۔ پھر آج ہم کیونکر مان لیں۔ کہ بائیبل سارے جہان کے لئے ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خاص زمانے اور خاص لوگوں کے لئے تھی۔ نہ کہ خلائق عامہ اور قیامت تک کے لئے اور اس بات کی تصدیق متی باب ۱۰ آیت ۵ سے بھی ہوتی ہے۔ جسمیں حضرت مسیح علیہ السّلام اپنے شاگردوں کو تبلیغی ہدایات دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:۔

"سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔"

پس کسی پادری کا۔ کسی عیسائی کا۔ کسی متبع کتاب مقدس کا حق نہیں ہے۔ کہ وہ بائیبل کو سارے جہان کی ہدایات کا ذریعہ ٹھیرادے۔ اور اسپر زور دے۔ مگر اسکے مقابل دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو فرماتے ہیں:۔ بُعِثتُ الی النّاس عامةً۔ اور یہ کہ اُرسِلتُ الی الخلق کافة۔ اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ وما ارسلنٰك الا کافةً للّناس بشیرًا ونذیرًا ولٰکن اکثر النّاس لا یعلمون کہ ہم نے تجھے سارے جہان کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے لیکن لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ ایک اور جگہ فرمایا قل یاایّھا النّاسُ انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعًا۔ کہ لوگوں کو کہدے میں تم سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔

پس مسیح تو اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے ہی آیا۔ مگر ہمارا آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سارے جہان کی طرف رحمة للعالمین بن کے مبعوث ہُوا۔ بائیبل تو صرف خاص قوم کے لئے نازل ہوئی۔ مگر قرآن ہے جو سارے جہان کی امراض کا حتمی علاج بن کر نازل ہُوا۔ کسقدر بیّن فرق اور کسقدر ظاہر امتیاز پھر کیا عقل سلیم فیصلہ نہیں کر سکتی۔ کہ کونسی کتاب اتم اور اکمل ہے اور کونسی ناقص اور کمزور۔ کون دنیا کی ہدایت کا خزینہ ہے اور کون معارف وحقائق سے تہیدست۔ یقیناً عقل و دانش والوں کے لئے اس میں بہت بڑا نور بھرا ہے۔

**بائیبل کے ناقص ہونے پر چھٹی دلیل**

بائیبل کے ناقص اور قرآن کریم کے کامل ہونے پر چھٹا زبردست ثبوت بائیبل کے متبعین کا مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے بکلّی محروم رہنا ہے زندہ خدا کی کلام کا یہ اثر ہونا چاہیئے کہ اس کلام پر عمل پیرا ہونیوالے خود زندہ ہوجائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے عشق میں اسکی محبّت اور اُلفت میں ایسے گداز ہوجائیں کہ اُسکے سوا انہیں اور کچھ نظر ہی نہ آئے۔ اور وہ خدائے ذوالجلال کی میٹھی آواز اور اسکی خوشگوار کلام سے مسرور ہوں۔ اُن کی اپنی ساری خواہشات اور ساری آرزوئیں سب اُسی کیلئے ہوجائیں

اُسی کے لئے جئیں اور اسی کے لئے مریں۔ خود انجیل میں لکھا ہے۔ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی اِس پہاڑ سے کہے تو اُکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ۔ اور اپنے دل میں شک نہ کرے۔ بلکہ یقین کرے کہ جو کہتا ہے وہ ہو جائیگا۔ تو اسکے لئے وہی ہو گا" مرقس ۱۱/۲۳

اور اسی طرح آیا ہے:۔ "خداوند نے کہا کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوتا اور تم اس توت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ کر سمندر میں لگ جا۔ تو تمھاری مانتا" لوقا ۱۷/۶

اِن حوالجات میں بتلایا گیا ہے کہ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ہم ایمان رکھتے ہوں تو بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں۔ ہماری کہنے سے پہاڑ سمندروں میں جا پڑتے ہیں۔ اور درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں۔ مگر اس کا نمونہ آج عیسائیوں میں ہمیں ہرگز نہیں ملتا۔ کامل کتاب کا زبردست نشان تو یہ ہے کہ اسکے متبعین اسکی پیروی سے نئے سے نئے پھل کھادیں۔ مگر آج جبکہ ایسا نہیں ہوتا۔ تو ہمیں یہ مجبوراً ماننا ہی پڑتا ہے۔ کہ ہرگز بائیبل ابدالاباد تک کے لئے کافی ووافی نہیں۔ جبکہ آج اُس کے متبعین اس کی پیروی سے کچھ بھی فائدہ نہیں اُٹھا رہے۔ تو کیونکر یہ مستقبل کی ذمہ وار قرار دیجا سکتی ہے۔ مگر قرآن کریم ہے جو زندہ نشانوں سے اپنے وجود کو ثابت کرتا ہے۔ اور تازہ بتازہ نشانات سے اپنے منجانب اللہ ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ دنیا لاکھوں برس آگے چلی جائے۔ قرآن کریم اُن کے لئے کافی ہوگا۔ اور ہر گھڑی اُن کا رہبر و ہادی رہیگا۔ خدا نے اس قرآن کی اتباع کی بدولت لاکھوں کو اپنے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ اور سینکڑوں آج بھی خدا کے فضل سے ہم میں ایسے موجود ہیں جو اسپر اپنی گواہی کو پیش کر سکتے ہیں۔ مگر افسوس تو اس کتاب پر ہے جس نے اپنے متبعین کو ہرگز اس عہدۂ جلیلہ تک نہ پہنچایا۔ تو ان حالات کی موجودگی میں بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ بائیبل ناقص اور غیر مکمل کتاب ہے اسلئے کہ وہ اپنے متبعین کو خدا کے مکالمہ تک نہیں پہنچا سکی۔ ہاں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جو اپنے اندر یہ طاقت اور قوت رکھتی ہے۔ پھر انتظار کس کی اور ڈر کس کا۔ آؤ اسکو مانو اور خدا کے قرب میں بڑھتے چلے جاؤ۔ آج دنیا کے کسی مذہب کا پیرو زندہ برکات اور زندہ معجزات میں اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ قرآن کریم پر عمل پیرا ہونیوالے ہی تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھوں سے دیکھتے چلے آئے اور دیکھتے چلے جائینگے۔ ؎ کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے۔ یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے۔

**بائیبل کے ناقص ہونے پر ساتویں دلیل**

بائیبل کے ناقص ہونے پر ساتواں زبردست شاہد اسمیں خلاف علم اور عقل کے سراسر مخالف باتوں کا پایا جانا بھی ہے۔ یعنی بعض ایسی باتیں بھی کتاب مقدس میں پائی جاتی ہیں جو سراسر تجربہ و مشاہدہ کے خلاف اور ضد ہیں۔ جیسا کہ گنتی ۲۲/۲۸ میں

لکھا ہے۔ "بلعام نے گدھی کو کہا کہ تُو نے مجھے مسخرہ بنایا۔ کاش کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہوتی۔ تو میں تجھے اسی دم مار کے ڈال دیتا۔ گدھی نے بلعام کو کہا کیا میں تیری گدھی نہیں ہوں۔ جس پر تو چڑھتا ہُوا ہے" اب یہ مکالمہ گدھی اور انسان کے درمیان ہو رہا ہے۔ تعجب ہے کہ آج اس روشنی کے زمانہ میں ایسی کوئی بھی گدھی نہیں جو انسان سے کلام کر سکے۔

اِسی طرح احبار ۱۱ میں خرگوش کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جگالی کیا کرتا ہے۔ ایسی خلاف عقل اور تجربہ و مشاہدہ کے سراسر خلاف باتیں جس کتاب میں پائی جائیں۔ وہ کب اس بات کی اہل مانی جا سکتی ہے کہ اُسے تمام اہل جہان کی ہدایت کا ذمہ وار قرار دیا جائے۔ بلاشبہ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جسمیں تمام کی تمام باتیں حق و حکمت کے ساتھ بیان کیگئی ہیں۔ اس کی کوئی بات خلاف عقل اور مخالف فطرت نہیں۔ ہر بات صحیح۔ سچی اور وزنی ہے۔

**بائیبل کے ناقص ہونے پر آٹھویں دلیل**

بائیبل کے خلاف آٹھواں زبردست حربہ اسمیں کثرت سے تحریف و الحاق کا پایا جانا ہے۔ بائیبل ہر سال چھپتی ہے۔ مگر قریباً ہر سال ہی اس میں تغیر و تبدل ہو جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۰۵ء کی مطبوعہ انجیل کو لیکر بیٹھو۔ اور موجودہ سال کی انجیل سے ملاتے جاؤ۔ یقیناً زمین و آسمان کا فرق دیکھو گے۔ اور حیرت زدہ ہو کر کہو گے کہ یہ کیا ہوا۔ مگر حیران ہونیکی کوئی بات نہیں۔ ایسا ہی ہوتا چلا آیا۔ اور ویسا ہی اب بھی جاری ہے۔

فرقہ کیتھولک کے شائع کردہ اُردو نسخہ سنہ ۱۹۰۶ء میں ہمیں یہ عبارت نظر آتی ہے۔ "کیونکہ خداوند کا فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اُترتا۔ اور پانی ہلنے لگتا۔ اور پانی ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے حوض میں اُترتا۔ کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہو اُس سے اچھا ہو جاتا تھا" یوحنا $\frac{5}{4}$ ۔ مگر پراٹسٹنٹ کے اُردو نسخہ سنہ ۱۹۰۶ء کے مطبوعہ میں یہ عبارت ہمیں نظر نہیں آتی۔ اِسی طرح رومن کیتھولک نسخہ میں یہ عبارت موجود ہے۔ "تب یہ نوشتہ کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا پورا ہُوا" مرقس $\frac{15}{28}$ ۔ مگر پراٹسٹنٹ انجیل میں یہ ہرگز کہیں بھی لکھا ہُوا نظر نہ آئیگا۔

اب اس سے بڑھکر کسی کتاب کے ناقص اور کمزور ہونے کا ثبوت ہی اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ایک ہی کتاب سے عبارتوں کی عبارتیں حذف کر دیجاتی ہیں۔ مگر کچھ بھی بتلایا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے۔ یقیناً قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے جسکی حفاظت کا ذمہ باری تعالیٰ نے اٹھایا اور فرمایا کہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کہ ہم نے ہی قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ و نگہبان ہونگے۔ سو یہ بات علیٰ وجہ البصیرت ثابت ہو گئی کہ بائیبل ہرگز کامل

کتاب نہیں۔ بلکہ ناقص ہے۔ ہاں قرآن کریم ہی اتم اور اکمل ہے جس کا آج تک ایک شعشہ تک تبدیل نہیں ہوا۔ اور نہ ہی ہو سکیگا۔

**الحاق کے چند نمونے**

پھر الحاق کے چند نمونے بائیبل سے ملاحظہ ہوں۔ استثناء ۳۴/۵ میں لکھا ہے۔ " سو خداوند کا بندہ موسیٰؑ خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مرگیا " اب یہ آیتیں تو سب حضرت موسیٰؑ پہ نازل ہو رہی ہیں اور الہام یہ ہو رہا ہے کہ موسیٰؑ مرگیا۔ صاف بات ہے کہ بعد میں غیروں نے الحاق کیا۔ اور اسمیں اور باتوں کو بھی ملادیا۔ جو کہ در اصل کلام الٰہی نہیں تھیں۔ اسی طرح یشوع ۲۴/۲۹ میں لکھا ہے " اور ایسا ہوا کہ بعد ان باتوں کے نون کا بیٹا یشوع خداوند کا بندہ جو ایک سو دس برس کا بوڑھا تھا رحلت کر گیا " اب یہاں پر بھی کسی غیر نے الحاق کر دیا۔ ورنہ زندہ شخص کو کیسے یہ الہام ہو سکتا ہے کہ وہ مر بھی گیا ہے۔ زندگی اور موت تو ایک جا جمع نہیں ہو سکیں۔ پھر کس طرح یشوع زندہ بھی ہو۔ اور مر بھی گیا ہو۔ یہ الحاق کا دوسرا نمونہ ہے۔ پھر لکھا ہے " اور یشوع نے عی کو جلا کر ہمیشہ کے لئے راکھ کا تودہ کر دیا۔ سو وہ آج کے دن تک خرابہ ہے " یشوع ۸/۲۸

ایک اور جگہ لکھا ہے " اور اسرائیل یشوع کی زندگی کے سب دن اور اُن بزرگوں کے سب دنوں میں جو یشوع کے بعد زندہ رہے اور خداوند کے سارے کاموں کو جو اس نے بنی اسرائیل کے لئے کئے۔ جانتے تھے خداوند کی بندگی کرتے رہے " یشوع ۲۴/۳۱

ان ہر دو حوالجات میں " آج کے دن تک " اور " یشوع کے بعد زندہ رہے " کے الفاظ بالصراحت بتلا رہے ہیں کہ انسانی ہاتھوں نے الحاق ضرور کیا ہے۔ اور یہ کہ یشوع کی کتاب اُن الہامات کا مجموعہ نہیں ہے۔ جو کہ اُس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے۔

ایک اور حوالہ بہت ہی عجیب ہے۔ وہاں لکھا ہے " اور سموئیل مرگیا۔ اور سارے اسرائیلی جمع ہو کر اسپر روئے۔ اور رامہ میں اسکے گھر کے بیچ اسے گاڑا " ۱۔ سموئیل ۲۵/۱

اب یہ کیونکر ممکن ہے کہ سموئیل کے مرنے کے بعد اُسپر یہ الہام نازل ہو رہا ہو۔ جبکہ کتاب سموئیل کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ یعنی بتلایا یہ جاتا ہے کہ یہ کتاب سموئیل پر اسکی زندگی میں ہی خداوند خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔

**بائیبل کے ناقص ہونے پر نویں دلیل**

بائیبل کے خلاف ایک بیّن اور کھلا ثبوت یہ بھی ہے کہ اسکے پیرو اب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہ کتاب لائق اتباع نہیں اور ہرگز نہیں۔ وہ اس کی

پیروی کو اپنے لئے معیوب سمجھتے بلکہ اسکی اتباع کرنا صحیح اور سیدھے رستہ سے منحرف ہونا خیال کرتے ہیں۔ وہ بیزار ہیں اس مذہب سے اور بیزار ہیں اس کتاب سے۔ اُن کے مضطر اور بےچین قلوب کی کیفیت اُن عبارات سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے جو کہ ان کی اندرونی حالت اور دلی جذبات کا پورا آئینہ اور انعکاس ہے۔ وہ اپنی آراء کا اظہار کرتے ہوئے۔ اپنے خیالات کو نہ دباتے ہوئے یہ لکھتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "تمام عقیل و فہیم غور کرنے والے لوگوں کے سامنے یہ امر قطعی صاف ہے کہ ہمیں ایک نئے مذہب کی ضرورت ہے" دی بائیبل انٹرنٹ ورتھی مصنفہ مسٹر ڈبلیو جیکل ایم اے۔

اسی طرح ڈاکٹر پال ڈیسکورس صاحب رسالہ ہاز ٹوسٹ ریویو جون ۱۹۲۰ء میں یہ لکھتے ہیں کہ "دنیا کی موجودہ حالت کو بہتر کرنیکا اس سے بڑھکر کوئی طریقہ نہیں کہ ایسا مذہب ظاہر یا نشو و نما ہو۔ جو کہ سائینس پر مبنی ہو۔ اور جس کا مقصد اس دنیا میں انسان کو اخلاقی اور مادی بہتری کا وارث کرنا ہو"

اور مسٹر فلپ ٹامس رسالہ ہاز ٹوسٹ ریویو اکتوبر ۱۹۱۹ء میں یہ لکھتے ہیں کہ "روشن دماغ انسان پُرانے دقیانوسی مذہب سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ ××× مشاہدہ اور سوچ بچار کی طاقتوں کا ٹھیک استعمال کر کے اب ہمارے لئے ان مسائل پر یقین کرنا ممکن نہیں رہا۔"

پس جبکہ خود اہلِ مذاہب اس مذہب سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اسکے مسائل پر یقین نہیں رکھتے۔ بلکہ انہیں اپنے لئے زنجیریں خیال کرتے ہیں جن سے کہ وہ جکڑے ہوئے ہیں۔ اور جبکہ وہ کسی ہادی نجات دہندہ کی انتظار میں چشم براہ ہیں۔ اور نئے مذہب کے متلاشی۔ تو کیونکر وہی کتاب غیر لوگوں پر اپنا کوئی نیک اثر ڈال سکتی ہے اور کس طرح غیروں بلکہ جہان کے ساری لوگوں کی اصلاح کر سکتی ہے جبکہ وہ اپنے متبعین کو ہی اپنی کشش اور قوت سے پائے استقامت پر کھڑا نہ کر سکی۔

مگر اسکے بالمقابل قرآن پاک ہے جسکی تعریف اور تحمید میں عیسائی بھی رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ لکھنے والے لکھتے ہیں۔ "قرآن کے اُن مضامین میں جو برق کی طرح تڑپانیوالے ہیں۔ اس کتاب کے حُسن کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور مسٹر گوئٹی کا یہ قول بالکل درست ہے کہ جسقدر ہم اسکے قریب پہنچتے ہیں یعنی اسپر زیادہ غور کرتے ہیں۔ وہ اور زیادہ ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یعنی وہ زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے۔ وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے۔ اور آخر کار فرحت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔ اسلئے ہم بے اختیار اس عجیب و غریب کتاب کی ماہیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں" (کوارٹرلی ریویو آف لنڈن)

ایک اور صاحب لکھتے ہیں "قرآن شریف کی بدولت عرب مسلمانوں نے دنیا کے ایسے بڑے حصے کو

فتح کیا جو سکندر اعظم کے فتح کیئے ہوئے ملکوں سے بلکہ روم کے مفتوحہ ممالک سے بھی کہیں زیادہ وسعت میں بڑھ گیا تھا۔ جہاں مسلمانوں کو دس برس فتح کرنے میں لگے وہاں اگلے فتح کرنیوالوں کو ۱۰۰ سو برس لگے تھے۔ اِسی کتاب کی بدولت وہ یورپ میں بادشاہ بنکر آئے جہاں یہودی بھگوڑوں اور قیدیوں کی طرح آئے۔ یورپ میں نور علم کو پھیلادیا۔ اور ایسے زمانہ میں جبکہ چاروں طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ انہوں نے یونان کے مردہ علوم کو زندہ کیا۔ مشرق و مغرب میں حکمت و سائینس و ہیئت کو پھیلایا۔ اور یورپ کی موجودہ تعلیم و ترقی کا باعث ہوئے۔ اور آج ہم اُس دن کو یاد کرکے روتے ہیں جب سے غرناطہ کی سلطنت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکلی۔" (موسیو ڈیویشن لنڈن کوارٹلی ریویو)

اب ایک طرف عیسائیوں کی اپنے مذہب سے بیزاری کی حالت کو دیکھو۔ اور دوسری طرف ان کی وہ تعریفی عبارات پڑھو۔ جو وہ قرآن مجید کے متعلق لکھتے ہیں۔ پھر خود ہی سوچو کہ کونسی کتاب تمام اہل جہان کی طرف ہدایت و رشد لیکر آئی۔ اور کون اپنے متبعین کو بھی اپنے مذہب سے بیزار کر گئی۔

پس ان شواہد و دلائل سے یہ امر روز روشن کی مانند ظاہر ہو جاتا ہے کہ بائیبل ہرگز اتم۔ اکمل اور مکمّل کتاب نہیں۔ وہ اپنے دعاوی میں کمزور۔ تعلیمات میں کمزور۔ اور خدا کی بیان کردہ صفات میں کمزور۔ اور پھر بوجہ اختلاف کے عمیق دلدل کے۔ کثیر تحریفات و الحاق کے۔ خلاف عقل اور خلاف مشاہدہ امور کے بیان کرنے کے اور اپنے ہی متبعین کی آراء کے، ہرگز۔ لائق اتباع اور قابل پیروی نہیں ہے۔ ہاں فرقان مجید ہی ایک ایسی اکمل اور مکمّل کتاب ہے جو ہر پہلو میں کامل اور ہر طرح لائق اتباع ہے۔

**قرآن کے متعلق بائیبل کی پیشگوئی**

مگر اے عزیزو! اور دوستو!! مَیں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ اسی خدائے برتر کی کلام قرآن مجید کی بشارت پہلی کتب سماویہ میں بھی موجود ہے۔ بائیبل اُٹھاؤ۔ اُس سے بہت سی پیشگوئیاں قرآن مجید کے بارے میں ملینگی۔ انجیل کو بنظر امعان پڑھو۔ وہاں بھی اس کتاب کی بشارات نظر آئینگی۔

استثناء ۱۸ میں لکھا ہے۔ "اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ مَیں اُن کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا۔ اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ مَیں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب اُن سے کہیگا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہیگا نہ سُنیگا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا۔"

اِن بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد بنی اسمٰعیل ہیں جن سے سوائے ہمارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور جو کہ موسیٰ کی مانند صاحب شریعت رسول اور نبی تھے۔

پھر اسی طرح استثناء ۳۳ میں لکھا ہے "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اسکے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی۔" اور غزل الغزلات ۵ میں لکھا ہے "میرا محبوب سُرخ و سفید ہے دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے۔"

یہ فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہونے والا۔ آتشی شریعت اپنے دہنے ہاتھ میں لے کر آنے والا اور دس ہزار قدوسیوں سمیت جلال و عظمت کے ساتھ آنیوالا سردار دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلم ہے جیسا کہ بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح میں بھی لکھا ہے۔ خرج فی رمضان ومعہ عشرۃ الاف کہ آپ کے ساتھ فتح مکہ کے وقت دس ہزار جاں نثار اور پاکباز صحابہؓ تھے۔ اور یہ سب کچھ اسلئے ہوا کہ وہ جو نوشتوں میں لکھا تھا۔ پورا ہو کہ وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوگا۔

پس اے حق کے طالبو! قرآن مجید اور بائیبل دونو کی اصلیت اور حقیقت کھول کر واضح طور پر آپ کے سامنے رکھ دی گئی۔ جونسی راہ چاہیں اختیار کریں۔ چاہیں تو کمزور اور ادنیٰ رستہ پر چلیں اور جو چاہیں تو اعلیٰ اور ارفع طریقہ اختیار کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل اور اتم کتاب قرآن مجید کو نازل فرما دیا ہے اب تمام راہیں سوائے قرآن مجید کی راہ کے۔ اور اب تمام قرب کے راستے رو کے گئے۔ سوائے اُسکے جس کا دروازہ اِس پاک اور بابرکت کلام نے کھولا اب اس پر چلنے والے خدا کی رضاء و خوشنودی کو حاصل کرینگے۔ اور اس سے اپنے تعلق کو ہٹانے والے کاٹے جائینگے۔ اور خدا کی رحمت سے الگ کیئے جائیں گے۔ خدا کرے کہ ساری کی ساری دنیا کیا چھوٹے اور کیا بڑے۔ کیا عالم اور کیا جاہل۔ کیا امیر اور کیا غریب۔ سب کے سب اِس پاک اور مقدس کلام قرآن مجید کے جھنڈے کے نیچے آجادیں۔ اِس چشمۂ روحانی سے اپنی بھوک اور پیاس کو بجھائیں۔ خوش و خورم اپنی زندگی کو بسر کریں۔ اور اپنے مولیٰ کے مقام قرب میں بڑھتے ہی چلے جائیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

---

# غذا کا اِنسان کی صحت اور اِخلاق پر اثر

(چوہدری محمد شاہ نواز خان صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم حقائق رقم سے)

انسانی جسم ایک متاثر وجود ہے۔ موسمی تغیّرات۔ آب و ہوا۔ رہائشی مکان۔ گرمی و سردی۔ لباس اور غذا وغیرہ سب کا اثر جسم قبول کرتا ہے۔ فصول اربعہ کا اثر سب طبائع اپنے اپنے مزاج کے مطابق محسوس کرتی ہیں۔ آب و ہوا کا اثر کسی ثبوت کا محتاج نہیں۔ مکانات سکنی بھی اپنی حالت کے مطابق صحت پر اچھا یا بُرا اثر ڈالتے ہیں۔ لباس کا اثر بھی سب پر عیاں ہے۔ یہ بھی بہت حد تک غذا کا کام دیتا ہے۔ کیونکہ غذا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ حرارتِ غریزی کو قائم رکھتی ہے۔ اور لباس جلد سے حرارت کو بذریعہ اشتعاع ضائع ہونے سے روکتا ہے۔ لہٰذا جسم کو اگر بخوبی گرم رکھا جائے تو غذا کی ضرورت کم ہوتی ہے۔

**لباس کا اثر اخلاق پر** مادیات کی ترقی سے لباس اور غذا وغیرہ کا جسم پر اثر بخوبی واضح ہو گیا ہے۔ مگر حیرانی کی بات ہے۔ کہ ابھی تک یورپ کے محققین نے اخلاق پر ان چیزوں کے اثر کا مشاہدہ نہیں کیا۔ لہٰذا اس مضمون میں زیادہ توجّہ اخلاقی پہلو کی طرف کیجائیگی۔ میرے نزدیک لباس کا نہ صرف جسم بلکہ اخلاق کے ساتھ بھی ایک گہرا تعلق ہے۔ لباس اگر بہت فاخرہ اور نرم و نازک ہو۔ تو آرام طلبی کی طرف طبیعت مائل ہو جاتی ہے۔

**ریشم پہننے کی حرمت کی وجہ** یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے مردوں کو ریشم پہننے سے منع کیا ہے۔ کیونکہ اسلام مردوں کو جفاکش اور محنت مشقّت کا عادی بنانا چاہتا ہے۔ اسی طرح لباس اگر بے پردہ ہو۔ تو انسان میں بے حیائی اور بے غیرتی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً عورت اگر اپنی زینت کو نہ ڈھانپے یعنی سر کو ننگا رکھے۔ اور ایسی وضع کا لباس زیب تن کرے۔ جس سے سینہ کا اوپر کا حصّہ ننگا رہے۔ یا اس کی آستینیں بہت چھوٹی ہوں۔ اور لمبائی میں اتنا چھوٹا ہو۔ کہ پنڈلیاں نظر آتی رہیں۔ جس طرح یورپین عورتیں پہنتی ہیں۔ تو اس سے بھی عورت میں قدرتی شرم اور حیا کا مادہ کم ہو جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ وہ عورت ستر کے ضروری مقامات کو ڈھانپنے سے بھی بے پروا ہو جاتی ہے۔ جو خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے عورتوں کو اپنی زینت کو ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔

## غذا کا اثر جسم پر

اس امر کے ثبوت کے لئے کسی مزید مشاہدہ کی ضرورت نہیں کہ غذا کا جسم کے ساتھ ایک

گہرا تعلق ہے۔ مختلف غذائیں اپنی اپنی تاثیر کے مطابق جسم پر اثر کرتی ہیں۔ غذا اگر صاف ستھری اور پاکیزہ ہو۔ تو صحت درست رہتی ہے۔ اور اسکے برخلاف اگر غلیظ اور گلی سڑی غذا استعمال کی جائے تو جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔ سینکڑوں بیماریاں محض غذا کے نقص کی وجہ سے انسان کو لاحق ہو جاتی ہیں۔ جن کی تفصیل طب کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ عاجز۔ اس جگہ صرف چیدہ چیدہ غذاؤں کے اثرات کو لے گا۔

غذا اگر زیادہ مکلّف ہو۔ اور زیادہ مقدار میں کھائی جائے۔ تو جسم کو آرام طلب بنا دیتی ہے۔ اور نیند کا غلبہ زیادہ ہو کر انسان خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے (نمازِ تہجد ادا کرنے کی تڑپ رکھنے والوں کے لئے یہ ایک نکتہ ہے۔ رات کو سوتے وقت سادہ غذا۔ تھوڑی مقدار میں کھائی جائے۔ تو صبح کو جلد آنکھ کھُل جاتی ہے)

پاکیزہ اور طیّب غذا کھانے سے اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے "کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحا"

**حیوانی غذا کا اثر**

نباتات اور معدنیات کا انسان کے جسم پر جُدا جُدا اثر ہے۔ اور اس کو یورپ کے محققین تسلیم کرتے ہیں مگر انہوں نے ابھی تک حیوانی غذا کے اثر کی طرف توجہ نہیں کی۔ اگر جسم انسانی نباتاتی اور معدنی غذا کے اثر کو قبول کرتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ حیوانی غذا کا جسم پر اثر نہ ہو۔ اور جس جانور کا گوشت استعمال کیا جائے۔ اسکی مخصوص خواص اور عادات کا انسان پر اثر نہ ہو۔ خدا کے فضل سے وہ دن قریب ہیں کہ دنیا اس حقیقت کو سمجھیگی اور اسلامی حرام اور حلال کی فلاسفی انپر بخوبی واضح ہو جائیگی۔ چنانچہ موجودہ تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانے سے انسان کے دل میں ننگا ہونیکی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امریکہ کے ممالک میں ایک خاص قسم کا مینڈک پایا جاتا ہے۔ جس کا گوشت کھانے سے انسان کا ننگا ہونے کو جی چاہتا ہے۔ پھر بعض جانور ایسے ہیں کہ ان کا گوشت کھانے سے انسان کے دل میں خلاف وضع فطرت یا دیگر ناجائز ذرائع سے اپنی شہوت کو پورا کرنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ جب سائنس نے اور ترقی کی تو ان لوگوں پر بعض حیوانی اغذیہ کی حرمت کی وجہ واضح ہو جائیگی۔

**مخلوط غذا کھانے کی حکمت**

انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے۔ اسلئے اسکو اپنے اندر سب طاقتیں اور خواص پیدا کرنے چاہئیں۔ یہ خواص مخلوط غذا یعنی نباتاتی اور حیوانی غذا دونوں کے کھانے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نباتاتی غذا سے انسان میں رأفت۔ نرمی۔ عقل اور استقلال کا

مادہ پیدا ہوتا ہے اور حیوانی غذا سے انسان میں شجاعت۔ مردانگی۔ حوصلہ۔ غیرت اور وقار کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مخلوط غذا کھانے کا حکم دیا۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ تاکہ تمام طاقتیں اور خواص جسم انسانی میں جمع ہوجاویں۔ اور انکا موقع اور محل کے مطابق استعمال کیا جائے۔

## غذا کا انسان کے دماغی اور اخلاقی قویٰ پر اثر

یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ غذا کا انسان کے جسمانی قویٰ پر اثر پڑتا ہے۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ دنیا نے ابھی تک اس حقیقت کو نہیں سمجھا کہ غذا کا انسان کے اخلاق کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہے وہ دن قریب ہیں۔ کہ یورپ اس امر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ غذا کا انسان کے دماغی اور اخلاقی قویٰ پر اثر پڑتا ہے۔

جس جانور کا گوشت استعمال کیا جائے۔ اس کی عادات اور خواص کا اثر جسم انسانی بہت حد تک قبول کرتا ہے۔ اور اخلاق پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے چنانچہ میں یہ بتا چکا ہوں۔ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانے سے ننگا ہونے کو جی چاہتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کا گوشت کھانے سے انسان خلاف فطرت افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔

**مردار خوری کا جسمانی اور اخلاقی قویٰ پر اثر**

غذا کا جسمانی اور اخلاقی قویٰ پر اثر ہمارے روزمرہ کے مشاہدہ سے بخوبی واضح ہے مردار خور حیوانوں اور انسانوں کو دیکھو۔ مثلاً مردار خور چوہڑوں بھنگیوں سانسیوں کے جسم کو غور سے ملاحظہ کرو۔ ان کا چمڑہ کیسا سخت۔ اور زبان کیسی کرخت ہوتی ہے پھر جانوروں میں باز کی شکل چیل۔ کرگس اور مردار خور سیاہ کوّے کو دیکھو۔ کیسے بدشکل پست ہمت۔ سست اور کاہل ہوتے ہیں۔

**خون کا اثر**

خون کھانیوالی قوموں کے دقیق فطری قویٰ بہت کمزور ہوتے ہیں۔ اور وہ موٹے موٹے مسائل سے بھی ناواقف ہیں۔ مثال کے طور پر چوہڑوں۔ بھنگیوں۔ سانسیوں اور کانگڑہ کی وادی اور جموں کے پہاڑوں میں خون کھانیوالے لوگوں کو دیکھو۔ ممکن نہیں کہ تم انکو کوئی باریک مسئلہ الٰہیات کا۔ یا کوئی سوشل یا مارل اصول سمجھا سکو۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تجربتاً بارہا ان لوگوں کو سمجھانا چاہا۔ مگر حیرت زدہ ہو کر کہہ دیا کرتے۔ کہ یہ باتیں داناؤں اور پنڈتوں کے سمجھنے کی ہیں۔

**ادویہ کا اخلاق پر اثر**

ذیل میں چند دواؤں کے ہمارے خیالات اور اخلاق پر اثرات لکھے جاتے ہیں۔ جو کہ پروفیسر فرینگٹن صاحب کی کتاب ہومیو پیتھک میٹریا میڈیکا سے منقول ہیں ہومیو پیتھی کے ماہرین میں یہ خوبی ہے۔ کہ وہ دواؤں کے نہ صرف جسم بلکہ دماغ اور اخلاق پر اثرات کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ پیشتر اسکے کہ میں ان دواؤں کا ذکر کردوں۔ یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ دوا اور غذا میں صرف مقدار خوراک کا فرق ہے۔ ان کے اثرات میں کوئی فرق نہیں

**غذا اور دوا میں فرق**

کوئی دوا اس لئے بطور دوا دیجاتی ہے۔ کہ اس کا زیادہ استعمال مضر ہوتا ہے۔ ورنہ اگر اس میں یہ تیزی نہ ہوتی۔ تو وہ بھی بطور غذا کے استعمال ہو سکتی تھی۔ پھر جن ادویہ کا ذکر ذیل میں ہوگا۔ وہ سب جڑی بوٹیاں یا از قسم معدنیات ہیں۔ ان کے اخلاق پر جو اثرات ہیں۔ ان سے یہ استدلال بھی کرنا ضروری ہے۔ کہ جن ادویہ کے یہ خواص ہیں۔ وہی خواص ان غذاؤں میں ہونگے جن میں یہ معدنی اور نباتاتی مادے زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً فاسفوری بعض اثرات اخلاقی قویٰ پر ہیں۔ اس لئے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ جس حیوانی غذا میں فاسفورس زیادہ مقدار میں ہوگا۔ وہ بھی یہی اثرات پیدا کریگی۔

(۱) سباڈیلا۔ اگر زیادہ مقدار میں دیجائے۔ تو خیالی امراض پیدا کرتی ہے۔ مثلاً عورت یہ خیال کرنے لگ جاتی ہے۔ کہ وہ حاملہ ہے۔ حالانکہ وہ درحقیقت نہیں ہوتی۔

(۲) تھوجا۔ اس کے کھانے سے انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ میرا جسم ڈبل ہے۔ یا یہ کہ میں شیشے کا بنا ہوا ہوں۔ چنانچہ وہ اکڑ کر چلتا ہے۔ اور بازوؤں اور ٹانگوں کو اکٹھا نہیں کرتا۔ مبادا وہ ٹوٹ جائیں۔ اسی طرح بعض یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ مکھن کے بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ آگ کے قریب نہیں جاتے۔ مبادا کہ گرمی سے پگھل جائیں۔

(۳) برائے اونیا۔ کے زیادہ استعمال سے انسان کا مزاج چڑچڑا ہوجاتا ہے۔ اور وہ جلدی خفا ہوجاتا ہے۔ (ایسے لوگوں کے لئے اس دوائی کا تھوڑی مقدار میں استعمال مفید ہے)

(۴) سی پیا۔ یہ دوا غائیت درجہ کی بددماغی پیدا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر تم سوال کرو کہ تمھارا کیا حال ہے۔ تو مریض لڑنے لگ جاتا ہے۔

(۵) پلسٹیلا۔ اس کا اثر عورتوں پر ہوتا ہے۔ عورت ہر وقت اداس اور مغموم رہتی ہے۔ آنسو بہاتی ہے۔

(۶) پلاٹینا۔ عورتوں میں ختناق الرحم اور جنون کی علامات پیدا کرتا ہے۔

(۷) ہائے اوسائے مس حسد پیدا کرتا ہے۔ اور دل کو شکی اور وہمی بنا دیتا ہے۔ چنانچہ مریض کسی کے

ہاتھ کا کھانا پیتا نہیں۔ مبادا کہ اس میں زہر ہو۔

(۸) ایناکارڈی ام۔ انسان بار بار قسمیں کھاتا ہے۔ اور گولی کے نشانہ سے خود کشی کرنے کو جی چاہتا ہے۔ عورتوں پر اس کا عجیب اثر ہے۔ وہ خیال کرتی ہے۔ کہ یہ میرا بچہ کسی اور عورت کا ہے۔ اور یہ میرا خاوند کوئی غیر آدمی ہے۔

(۹) سٹے فسگری۔ کثرتِ جماع اور ۔۔۔۔ کا مرتکب بناتا ہے۔

(۱۰) پلاٹینا۔ مریض بہت ہنستا ہے۔ مغرور ہوتا ہے۔ خود غرضی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکو جن اور بھوت نظر آتے ہیں۔ سب آدمی غیر نظر آتے ہیں۔ موت سے بہت ڈرتا ہے۔

(۱۱) آرسینک۔ جنون خود کشی پیدا کرتی ہے۔

(۱۲) سلفر۔ پانی کو جی نہیں چاہتا۔ مگر شراب کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔ خاص کر جَو کی شراب اور وِسکی وغیرہ۔

(۱۳) پٹرولیم۔ نسیان پیدا کرتا ہے۔ رستہ بھول جاتا ہے۔ انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ کوئی دوسرا شخص اسکے ساتھ لیٹا ہوا ہے۔

(۱۴) پک رک ایسڈ۔ قوت ارادی کو کم کرتا ہے۔ کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ انسان لیٹا رہتا ہے۔

(۱۵) فاسفورس۔ اسکے زیادہ استعمال سے انسان خارجی اثرات جلدی قبول کرتا ہے۔ جھٹ خفا ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکو کمرے میں کوئی شخص منہ چڑا رہا ہے۔ جنون عشق پیدا ہو جاتا ہے۔ کپڑے اُتار دیتا ہے۔ اور حیا مانع نہیں ہوتی۔ جو کوئی رستے میں ملجائے اسی سے خواہش پورا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ نعوظ دائم کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسے زور سے عشقیہ خیالات دل پر قابو پا لیتے ہیں کہ انسان بے تاب ہو جاتا ہے۔

یہ سب امور ثابت کرتے ہیں کہ غذا کا انسان کی صحت اور اخلاق پر نمایاں اثر ہوتا ہے۔ اس اصل کے ماتحت تمام ان اغذیہ سے جو طبعی جذبات کو زور سے اُبھاریں یا جن کا ہماری صحت، عقل، اخلاق اور روح پر مضر اثر ہو۔ پرہیز لازمی ہے۔ کیونکہ ایسی اغذیہ سے کھانے پینے کی اصل غرض فوت ہو جاتی ہے۔

## اسلامی حلال و حرام کی فلاسفی

اسلام نے چار قسم کی غذاؤں کو حرام کیا ہے۔ اور ہر ایک انہیں سے علیحدہ علیحدہ اصولوں پر مبنی ہے:-

**اوّل۔** وہ چیزیں جن سے جسمانی قوٰے پر بد مضر اثر ہوتا ہے۔ مثلاً مردار۔

**دوم۔** وہ چیزیں جن سے دقیق فطری قویٰ پر بد اثر پڑتا ہے۔

**سوم۔** جن سے اخلاقی قویٰ تباہ ہوتے ہیں۔ جیسے سؤر اور شراب۔

**چہارم۔** وہ اشیاء حرام ہیں جو روحانی اور اعتقادی قوتوں کو تباہ اور ہلاک کرتی ہیں جیسے خدا کے نام کے سوا بتوں کے نام پر ذبح کیئے ہوئے جانور۔

قرآن کریم میں ان کا ذکر مجمل طور پر سورہ انعام میں یوں آتا ہے:۔ قل لا اجد فیما اوحی الی محرمًا علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃً او دمًا مسفوحًا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقًا اھل لغیر اللہ بہ فمن اضطر غیر باغ

ترجمہ۔ کہ میں نہیں پاتا اس میں جو وحی کیا گیا ہے۔ مجھ پر حرام شدہ کوئی چیز کھانے والے پر سوائے اسکے جو ہو مُردہ۔ یا خون بہنے والا۔ یا گوشت سؤر کا۔ کیونکہ یہ سب مضر ہیں۔ یا وہ جو انسان کو بے شرم اور بے دین بنانے والا ہو۔ یعنی جو غیر اللہ کے لئے حلال کیا گیا ہو۔ سوائے اسکے جو مضطر ہو۔ نہ سرکشی کرنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی ایسا شخص جان بوجھ کر ایسی جگہ نہ جائے کہ وہ انکو کھانے پر مجبور ہو جائے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ شرط ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ نہ کھائے۔ تب اللہ تعالیٰ اسکو اس کے مضر اثرات سے بچا لیگا۔

اب ہم علیحدہ علیحدہ ان چاروں قسم کے محرمات کی فلاسفی بتاتے ہیں:۔

## (۱) مردار کی حرمت کی وجہ

(۱) مردار کا خون چونکہ جسم سے خارج نہیں ہوتا۔ اس لئے مردار کھانے سے صحت کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ خون میں مختلف قسم کی زہریں ہوتی ہیں۔ جو صحت کیلئے سخت مضر ہیں۔ (ان زہروں کی تفصیل انشاء اللہ آگے آئے گی)

(۲) پھر مردار کے متعلق یہی خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ یا تو یہ بیماری سے مرا ہے یا زہر دیا گیا ہے۔ یا کسی زہریلے جانور نے اسکو کاٹا ہے۔ یا کسی چوٹ یا صدمہ سے مرا ہے۔ یا عمر طبعی پا کر مر گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان سب صورتوں میں مردار کا گوشت مضر صحت ہے۔ اگر وہ جانور بیمار تھا۔ تو اُس بیماری کے جراثیم گوشت کے ذریعہ ہمارے جسم میں جا سکتے ہیں۔ اگر اسکو زہر دیا گیا تھا۔ تو بھی خطرہ ہے۔ اگر کسی زہریلے جانور نے کاٹا تھا۔ تو بھی ہمارے لئے اندیشہ ہے۔ اگر چوٹ سے مرا ہے۔ تو خون کے اندر رہنے کی وجہ سے مضر ہے۔ غرضیکہ کوئی بھی صورت ایسی نہیں جس سے

مردار کا گوشت انسان کے لئے قابل استعمال ہو سکے۔

(۳) جسم کے علاوہ مردار خوری سے انسان کے دماغی اور اخلاقی قویٰ کو بھی نقصان پہنچتا ہے، یا مر بدیہات سے ہے۔ کہ مردار خور قوموں کی عقل اور ذہنی قویٰ نہایت کثیف اور کمزور ہوتے ہیں۔ مردار خوروں کا جسم سخت۔ جلد کھُردری اور زبان کرخت ہو جاتی ہے۔ جیسے چوہڑوں بھنگیوں اور سانسیوں کی حالت سے واضح ہے۔ مردار خور جانور بھی بدشکل۔ پست ہمت سُست اور کاہل الوجود ہوتے ہیں۔

مردار خوری سے چونکہ انسان کے جسمانی۔ عقلی اور اخلاقی قویٰ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے اسلام نے اس کو حرام کر دیا۔

## (۲) خون کی حرمت کی وجہ

خون میں مختلف قسم کی زہریں ہوتی ہیں۔ جو صحت کی حالت میں مختلف اعضا کے ذریعہ جسم سے خارج ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً گردے۔ جگر۔ پھیپھڑے اور جلد وغیرہ۔ یہ زہریں اگر جسم میں جمع ہو جائیں۔ تو خطرناک نتائج پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ گردوں۔ اور جگر کی شدید امراض سے واضح ہے۔

**خون کی مختلف زہریں** خون میں مفصلہ ذیل زہریں ہیں جو پیشاب کے رستہ خارج ہوتی ہیں:۔

۱۔ یُوریا۔ اس کا جسم میں اجتماع مرض یوریمیا پیدا کرتا ہے۔ اور یہ علامات اکثر گردوں کی امراض میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور کئی دفعہ پیشاب کے خارج نہ ہونے سے ہلاکت کا موجب ہوتی ہیں۔

۲۔ یورک ایسڈ۔ اس کی زیادتی سے مرض گوٹ (نقرس) پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ کری ایٹے نین۔ اس کی زیادتی سے تشنج شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ مصنوعی طور پر بھی اسکو دماغ ڈ(؟) لگا کر تجربہ کیا گیا ہے۔

اسکے علاوہ ہیپ ایسڈ کیلیسم آکسلیٹ۔ سلفیٹس اور کلورائڈز۔ فاسفیٹس بھی تھوڑی مقدار میں خارج ہوتے ہیں جو زیادہ تر اعصاب کا فضلہ ہیں۔

پھر بعض رنگ بھی پائے جاتے ہیں مثلاً یورو کروم۔ یورو بائی لین۔ انڈی کین وغیرہ۔ پوٹاشیم کے نمک زیادہ تر خارج ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ خون میں جمع ہو جائیں۔ تو دل کو کمزور کرتے ہیں۔ اور دماغ کو صدمہ پہنچا کر تشنج پیدا کر دیتے ہیں۔

خون کے بعض فضلات جلد اور پھیپھڑوں کے رستہ بھی خارج ہوتے ہیں۔ مثلاً یوریا۔ کاربانک ایسڈ

اور دیگر فضلات جو گیس کی صورت میں ہوں۔

بعض مثلاً لیوسین۔ ٹائروسین۔ کولسٹرین۔ لیکٹک ایسڈ۔ ایمونیا وغیرہ کے نمک جگر اور انتڑیوں کے رستہ خارج ہوتے ہیں۔ یہ سب مختلف اعضاء کے فضلات ہیں جو خون میں سے جلدی سے علیحدہ کئے جاتے ہیں۔ ورنہ ان کے اجتماع سے سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اور بعض دفعہ جگر یا گردوں کا فعل یک لخت بند ہو جانے کی صورت میں ہلاکت واقع ہو جاتی ہے۔

خون کھانیوالی قوموں کے دقیق فطری قویٰ مُردہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کو موٹے موٹے مسائل بھی سمجھانا مشکل ہوتا ہے۔ جیسا کہ کانگڑہ کی وادی اور جموں کے پہاڑوں کے خون کھانیوالے لوگوں کی مثال سے واضح ہے۔ جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ کہ ان کو کوئی مسئلہ الٰہیات یا سوشیل یا مارل اصول سکھانا ناممکن ہے۔ خون پینے والے جانور بھی سُست ہو جاتے ہیں۔ شیر جیسا تندرست توانا اور دلیر جانور بھی جب خون پی لیتا ہے تو اسکو ایسی خماری چڑھتی ہے کہ کئی دنوں تک اسکو نیند نہیں چھوڑتی۔ اور غار میں پڑا سویا رہتا ہے۔ یہ ان سمیّات کا اثر ہے۔ جو خون میں موجود ہوتے ہیں خون کھانے سے چونکہ جسم اور اخلاق کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے اسلام نے اس کو بھی حرام کر دیا۔

## (۳) سؤر کی حرمت کی وجہ

ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ حیوانی غذا کے استعمال کا جسم اور اخلاق پر اثر ہوتا ہے۔ اور جو خواص اور عادات کسی جانور میں ہوں وہی اس کا گوشت کھانے والے میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس اصل کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ کیا خنزیر کی عادات اور خواص اس قابل ہیں کہ اشرف المخلوقات انسان انکو اپنے اندر پیدا کرے؟

**خنزیر کی عادات** | سؤر کے خواص اور عادات ذیل میں ملاحظہ ہوں:-

(۱) سخت غلیظ جانور ہے۔ اور گند سے محبت رکھتا ہے۔ غلاظت کھاتا ہے۔ پاک وصاف جگہ رکھنے کی لاکھ کوشش کرو۔ پھر گندی دلدل میں جا گھستا ہے

(۲) بڑا حریص جانور ہے۔ بہت بے غیرت اور دیّوث ہوتا ہے۔

(۳) ہیضہ کی ایک قسم ہاگ کالرا کی جڑ ہے۔

(۴) بہت شہوت پرست جانور ہے۔ اسی وجہ سے اس کا گوشت کھانیوالے زیادہ شہوانی ہوتے ہیں کیونکہ سؤر کا گوشت شہوانی قویٰ کو برانگیختہ کرتا ہے۔

(۵) سؤر کی مادہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ شاید یہ آنول ہے۔ یوں تو بلّی اور کُتیا بھی بعض دفعہ اپنے بچوں کو کھا جاتی ہیں مگر وہ گوشت خور ہیں اور حرام ہیں۔ سؤر سانپ کو بھی کھا جاتا ہے۔

(۶) اسی کے گوشت سے مختلف قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

ا۔ مثلاً ٹی نیا سوکیم یعنی کدّو دانے۔ پیٹ کے کیڑے پیدا کرتا ہے۔ اس کا گوشت چونکہ سخت ثقیل اور دیر ہضم ہوتا ہے۔ اس لئے پکانے سے اور معدے کی رطوبتوں سے یہ کیڑے ہلاک نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کے گوشت کے ریشوں کے گرد چربی کا سخت غلاف چڑھا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کیڑے سیدھے انتڑیوں میں چلے جاتے ہیں۔

ب۔ ٹی نیا سپائی ایس۔ یہ کیڑے بھی سؤر کے گوشت کے ذریعہ انتڑیوں میں پہنچتے ہیں۔ اور پھر وہ عضلات میں چلے جاتے ہیں۔ جس سے سخت درد اور تکلیف رہتی ہے۔ اور انکا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔

ج۔ جگر کی ایک خاص رسولی۔ ہائی ٹے ڈڈ آف لور۔ اس سے پیدا ہوتی ہے۔

(۷) آخر میں سؤر کی ایک خاص عادت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو دنیا کے کسی حیوان میں نہیں پائی جاتی یعنی اس میں ایک اخلاقی نقص ہے۔ اور وہ یہ کہ نر کے ساتھ ملتا ہے۔ کوئی جانور اس خلاف فطرت فعل کا مرتکب نہیں ہوتا۔ عجب نہیں اگر اس کا گوشت کھانے والے اگر اس شنیع فعل کے مرتکب ہوں۔

پس ثابت ہوا۔ کہ سؤر کا گوشت انسان کی صحت اور اخلاق پر مضر اثر ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام نے اسکو قطعی حرام کر دیا۔ مگر چونکہ اسکے مضر اثرات کا اسکے گوشت کے ساتھ ظاہری تعلّق معلوم نہیں ہوتا۔ اسلئے لوگوں نے ابھی تک اسکے نقصان کو نہیں سمجھا۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ وہ دن قریب ہے۔ جبکہ سؤر کا گوشت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔ اور اس کا نام انسانی غذاؤں کی فہرست سے نکال دیا جائیگا۔ تاکہ انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی کے راستہ سے اس نجس چیز کی روک ہمیشہ کے لئے ہٹ جائے۔ خدا کرے کہ یورپ کے لوگ جلد اس حقیقت کو سمجھیں۔ اور اخلاق حسنہ اپنے اندر پیدا کریں۔ آمین

## (۴) مَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی حرمت کیوجہ

غیر اللہ کے لئے ذبح کیئے ہوئے جانور اس لئے حرام ہیں۔ کہ ان کا بداثر روحانی اور اعتقادی

قویٰ پر پڑتا ہے۔ جس سے انسان میں بے غیرتی اور بے شرمی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کے نام کی سچی غیرت کی روح مُردہ ہو جاتی ہے۔ جسکا زندہ رکھنا خدا کی وحدانیت اور اسکی عظمت کے اظہار کے لئے ضروری ہے۔ (بعض صوفیاء نے غیر ما اُھل کے لفظ کو اتنا وسیع سمجھا ہے۔ کہ وہ غیر اللہ کے لئے شعر کہنا بھی حرام سمجھتے ہیں)۔

## (۵) شراب کی حرمت کی وجہ

اسلام اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ شراب میں بعض فوائد بھی ہیں۔ مگر چونکہ اس کے مضر اثرات اسکے فوائد سے زیادہ تھے۔ اس لئے شراب کو حرام کر دیا۔ شراب انسان کے قوائے عقلیہ پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ اور اعلیٰ دماغی قویٰ کو نقصان پہنچاتی ہے۔

**پروفیسر فورل کی رائے**

جرمنی کے مشہور علم النفس کے ماہر پروفیسر فورل کا بیان ہے کہ شراب پروٹوپلیسم (جس پر زندگی کا انحصار ہے) کو ایک ادنیٰ اور کثیف صورت میں بدل دیتی ہے۔ حیا اور شرم کے معیار کو بہت نیچے گرا دیتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ شراب عورت کی حیا شرم اور قویٰ عقلیہ پر ایسا پردہ ڈال دیتی ہے۔ کہ ایک نوجوان لڑکی جو اپنے ہوش و حواس کی قائمی میں اپنے کسی دوست کو اتنا بے تکلّف نہیں ہونے دیتی (کیونکہ اسکو حیا مانع ہوتی ہے) وہی لڑکی اگر ایک دفعہ شراب پی لے۔ تو وہ یقیناً محفوظ نہ رہ سکیگی کیونکہ شراب سے نفس پر قابو نہیں رہ سکتا۔

**پروفیسر ڈکسن کی رائے**

پروفیسر ڈکسن صاحب کی رائے شراب کے متعلق یہ ہے:۔

”شراب کے استعمال سے انسان باوجود بے احتیاطیوں کے اپنے آپ کو اچھی حالت میں سمجھتا ہے۔ اعمال کے نتائج پر نگاہ کم ہوتی ہے۔ تخیل بڑھ جاتا ہے۔ اپنی ذات پر بڑا بھروسہ ہو جاتا ہے۔ حیا کم ہو جاتی ہے۔ نفس پر حکومت کم ہو جاتی ہے۔ حرکات میں وقار نہیں ہوتا۔ ان کے الفاظ اور فقرات بے موقع اور بے محل ہوتے ہیں شراب اگر تھوڑی مقدار میں پی جائے جس سے نشہ نہ ہو۔ تو بھی اس سے توجہ قوّت فیصلہ اور دماغ کے اعلیٰ قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں۔

بہت سے قابل ڈاکٹر اس کا استعمال اب ترک کر رہے ہیں۔ اور اسکو ایک پُرانی دشمن چیز خیال کر رہے ہیں۔ لنڈن۔ صوبجات متحدہ۔ اٹلی کے ہسپتالوں میں اسکی مقدار بہت کم کرائی گئی ہے۔ اور امریکہ نے اس کا داخلہ قانوناً بند کر دیا ہے۔

**شراب نوشی کے امراض**

شراب کے زیادہ استعمال سے مفصلہ ذیل امراض پیدا ہوتی ہیں:۔

(۱) معدہ کی پُرانی سوزش جو بعد میں سرطان کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اور جو کہ بالکل لا علاج

مرض ہے۔ سوائے اس کے کہ معدہ کو کاٹ دیا جائے۔

(۲) جگر کا سکڑ جانا (سِرّوسس) جس سے بعد میں مرض استسقا لاحق ہو جاتی ہے۔

(۳) دل کے غلافوں میں چربی کا اجتماع جو دل کے اوپر بوجھ ڈال دیتی ہے اور بعض دفعہ اچانک موت کا باعث ہوئی ہے۔

(۴) گردوں کے گرد چربی کی زیادتی۔ اس سے بھی گردوں کے فعل میں نقص واقع ہوتا ہے۔

(۵) شریانوں کو موٹا کر دیتی ہے۔ جسکو آرٹی ری او سکلی روسس کہتے ہیں۔ جس سے شریانوں کا مُنہ تنگ ہو جاتا ہے۔ اور خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ اور بعض دماغ کی شریان پھٹ کر یا خون جم کر اچانک موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۶) جسم کی قوّت مدافعت کو کم کرتی ہے۔ اور بعض امراض جلد لاحق ہو جاتی ہیں مثلاً شرابیوں کو نمونیا کا جلد حملہ ہو جاتا ہے۔ اور سین سٹروک بھی ان کو جلد ہی ہوتا ہے۔

**دیگر منشّی اشیاء** دیگر منشّی اشیاء مثلاً بھنگ۔ چرس افیم۔ کوکین تمباکو وغیرہ کا استعمال اسلئے منع ہے کہ جب انسان ان کا عادی ہو جاتے۔ تو یہ جسم پر ایسا قابو پا لیتی ہیں۔ کہ ان کے بغیر پھر گذارہ مشکل ہو جاتا ہے۔ اور انسان بالکل بے تاب ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض لوگ ایسی حالت میں طرح طرح کے جرائم کرنے لگ جاتے ہیں۔ بھنگ اور چرس کا دماغ پر سخت مضر اثر پڑتا ہے۔ جسکی آخر جنون تک نوبت پہنچتی ہے۔

**دیگر حرام جانور** مردار۔ خون اور سؤر کے علاوہ بہت سی اور غذائیں بھی اسلام نے منع کی ہیں۔ جن کا انسان کے جسم اور اخلاق پر مضر اثر پڑتا تھا۔ مثلاً درندے۔ گوشت خور جانور۔ اندھیرے میں رہنے والے جانور۔ غلاظت میں رہنے والے یا غلاظت کھانیوالے جانور۔ موذی جانور مثلاً سانپ بچھو وغیرہ۔ اس میں ان جانوروں کا گوشت۔ چربی۔ دودھ وغیرہ سب کچھ شامل ہے۔ درندے اور گوشت خور جانور چونکہ مردار کھاتے اور خون پیتے ہیں۔ اس لئے ان کا گوشت مضر صحت ہے۔ اندھیرے میں رہنے والے جانوروں کا گوشت اگر کھایا جائے۔ تو انسان میں بھی وہی خواص پیدا ہو جائینگے۔ یعنی اس میں نور ہدایت اور روشنیٔ ایمان کے حصول کی صلاحیت کم ہو جائیگی۔ غلاظت کھانے والے جانوروں کا گوشت بھی مضر صحت ہوگا۔

غرضیکہ اسلام نے اس حقیقت کو سمجھا ہے کہ غذا کا انسان کے اخلاق کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس لئے اپنے متبعین کے لئے حرام اور حلال کے ایسے اصول باندھ دیئے ہیں۔ جن سے

مسلمان بغیر کسی روک کے روحانی ترقیات کر سکتے ہیں۔ اسلام صرف ان غذاؤں کی انکی اتنی ہی مقدار میں کھانے کی اجازت دیتا ہے جو روحانی ترقیات کی طرف لیجائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفین کو اسلامی حرام و حلال کی فلاسفی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ والسلام *

# کیا قرآن مجید کسی وقت منسوخ ہو جائیگا؟

(۱)

بہائی اور بابی کہتے ہیں کہ قرآنی شریعت دائمی نہیں کسی زمانے میں قرآن بھی منسوخ ہو جائیگا اور وہ زمانہ باب اور مرزا حسین علی (بہاء اللہ) کا ہے جسمیں قرآن منسوخ ہوگیا اور اب قرآن کی جگہ البیان اور کتاب اقدس ہے۔ بابی اور بہائی اپنے اس دعویٰ باطلہ کے ثبوت میں قرآن کی کئی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلی آیت وہ یہ پیش کرتے ہیں یا بنی آدم اِمّا یاتینّکم رسل منکم الخ اس سے وہ رسول اور شریعت کے آنیکا استدلال کرتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس آیت سے صرف رسول کا آنا بعد آنحضرت صلعم ثابت ہوتا ہے اور اس کے ہم قائل ہیں شریعت جدیدہ کا آنا ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر بہائی یہ ثابت کردیں کہ ہر رسول کے لئے شریعت جدیدہ کا لانا ضروری ہے تو بیشک ہو جائے گا کہ قرآن کے بعد کوئی نئی شریعت بھی آسکتی ہے۔ ع مگر ایں خیال است و محال است و جنوں *

(۲)

دوسری آیت وہ واستمع یوم ینادِ المنادِ من مکان قریب پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مِن مکانٍ قریبٍ سے مراد عکہ ہے اور بہاء اللہ نے مکہ کے قریب عکہ سے منادی کی"

ہم کہتے ہیں کہ اوّل تو یہ آیت قیامت کے متعلق ہے۔ جس رکوع میں یہ آیت ہے وہ رکوع ہی اس طرح شروع ہوتا ہے یوم نقول لجہنم ھل امتلأتِ و تقول ھل من مزید۔ اور اس آیت سے آگے بھی قیامت کا ذکر ہے یوم تشقق الارض عنھم سراعاً ذٰلک حشرٌ علینا یسیرٌ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت کے دن کا واقعہ ہے جب صور پھونکا جائیگا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر آخری زمانہ مراد لیا جاوے تو اسمیں آگے صاف مذکور ہے فذکّر بالقرآن من یخاف وعید یعنی آخر زمانے میں ایک پکارنے والا لوگوں کو پکاریگا اسی قرآن کے ساتھ۔ اسلام اور قرآنی

شریعت کی طرف بلائیگا اور اسی قرآن کے ساتھ نصیحت کریگا۔ نہ کسی اور کتاب کے ساتھ۔ پس اسمیں ایک منادی کی پیشگوئی ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ ندا کریگا۔ نئی شریعت کا آنا نہیں نکلتا اور اس لحاظ سے یہ آیت حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمدؑ صاحب علیہ السّلام پر چسپان ہوتی ہے اور آپ اسکے مصداق ثابت ہوتے ہیں کیونکہ آپ نے قرآنی شریعت کے ساتھ ندا کی۔ اور من مکان قریب سے مراد یہ ہے کہ وہ ندا کرنیوالا ایسی جگہ سے ندا کریگا جہاں سے تمام دنیا کو پتہ لگ جائیگا اور تمام لوگ یہی سمجھیں گے کہ وہ ندا کرنیوالا ہمارے قریب ہے اور اسکی آواز تمام دنیا میں پہنچ جائیگی کیونکہ وہ زمانہ بھی ایسا ہوگا کہ اسوقت تمام دنیا ایک ملک اور ایک شہر کے حکم میں ہوگی اور وہ پکارنیوالا قرآن کی طرف لوگوں کو بلائیگا۔

—————:(۳):—————

**تیسری آیت** جس سے بہائی استدلال کرتے ہیں یہ ہے واذا بدّلنا اٰیۃً مکان اٰیۃٍ الخ اس آیت سے بھی کسی نئی شریعت کا آنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو خاص آنحضرت صلعم کے متعلق ہے کہ جب کوئی آیت بدلتی تھی تو لوگ آپؐ پر اعتراض کرتے تھے چنانچہ اسی آیت میں کافروں کا قول اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے فرماتا ہے قالوا انّما انت مُفتَرٍ۔ یعنی جب ہم کسی آیت کی جگہ کسی آیت کو بدلتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے اُس چیز کو جو وہ نازل کرتا ہے۔ تو کافر کہتے ہیں کہ (اے محمدؐ) تم تو نرے مفتری ہو حالانکہ اے نبی تم مفتری نہیں ہو بلکہ اکثر ان میں سے ہماری مصالح کو نہیں جانتے۔ پس یہاں شریعت کا بدلنا مراد نہیں کیونکہ جھوٹ اور سچ جملہ انشائیہ میں نہیں ہوتا اور شریعت جملہ انشائیہ ہے اگر شریعت کا بدلنا مراد لیا جاوے تو قالوا انّما انت مفتر۔ درست نہیں رہتا ٭

—————:(۴):—————

**چوتھی آیت**۔ الرحمٰن علّم القراٰن خلق الانسان علّمہ البیان پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس آیت میں البیان سے مراد سید علی محمدؐ باب کی کتاب البیان ہے۔ لیکن یہ استدلال بھی اُن کا دوسرے استدلالوں کی طرح غلط اور باطل ہے کیونکہ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر بیان سے مراد قرآن کا ہی بیان ہے۔ جیسا کہ سورہ قیامت میں ہے اِنَّ علینا جمعہٗ و قراٰنہ فاذا قرأناہ فاتبع قراٰنہ ثم اِنَّ علینا بیانہ ٥ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے یعنی جب ضرورت ہوگی تو ہم اس قرآن کو بیان کرینگے پس وہ بیان قرآن کا ہی بیان ہوگا نہ کسی اور کتاب کا اور اس البیان پر الف لام ضمیر کے قائم مقام ہے۔ اور اس آیت میں خلفاء اور مجددین کے

متعلق پیشگوئی ہے جو قرآنی شریعت کو بیان کیا کرینگے۔ پس قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ کوئی نئی شریعت آنیوالی ہے قرآن سے پہلی کتابوں میں یہ پیشگوئی تھی کہ انکے بعد ایک کتاب آئیگی لیکن قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ اسکے بعد بھی کوئی نئی کتاب آئیگی *

(۵)

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ کسی نئی شریعت کی کب ضرورت ہوتی ہے سو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ دوسری شریعت کی اُسوقت ضرورت ہوتی ہے جب پہلی شریعت ضروریات انسانی کو پورا نہ کرسکے یا اب پورا کر رہی ہے مگر آئندہ نہ کرسکے گی *

---

دوسرے نئی شریعت کی ضرورت اُسوقت ہوتی ہے جبکہ پہلی شریعت محرّف و مبدّل ہو جائے اور یہ روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ قرآن مجید میں خدا کے فضل سے ابھی تک کسی قسم کا تغیّر و تبدّل نہیں ہُوا اور نہ آئندہ ہو گا کیونکہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کی شمشیر برہنہ ہر زمانہ میں اور ہر وقت چمکتی رہی ہے اور قیامت تک اسی طرح چمکتی رہیگی انشاء اللہ۔

---

پھر یہ بھی واضح رہے کہ نئی شریعت کے لئے ضروری ہے کہ پہلی شریعت سے بڑھکر ہدایتیں لائے اور وہ صداقتیں بیان کرے جو پہلی شریعت میں نہ ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ جبتک نئی شریعت پہلی شریعت سے ہر بات میں بڑھکر نہ ہو تب تک پہلی شریعت کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ اب بہائیوں پر واجب ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ قرآن مجید موجودہ ضروریات انسانی کو پورا نہیں کرسکتا۔ اور کہ وہ محرّف و مبدّل ہو چکا ہے اور یہ کہ البیان یا کتاب اقدس قرآن سے ہر بات میں بڑھکر ہے اور قرآن سے اہدیٰ ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے اور ہم ہر وقت اس کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہیں کہ قرآن سے بہتر اور افضل کوئی کتاب نہیں اور نہ قرآنی شریعت سے بڑھکر کوئی شریعت ہے اگر ہے تو پیش کرو فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین یہ ہمارا دعویٰ نہیں بلکہ خود قرآن پاک کا دعویٰ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ھو اھدیٰ منھما اتبعہ ان کنتم صادقین۔ یہ قرآن شریف کا ایک چیلنج ہے اور تیرہ سو برس سے ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے کوئی کتاب بھی اھدیٰ نہیں اور نہ ہو سکتی ہے کیونکہ یہ آیت ہمیشہ کے لئے ہے کسی خاص وقت اور خاص زمانہ کے لئے نہیں بلکہ غیر محدود ہے *

پھر اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیك ثم لا تجد لك بہ علینا وکیلا ۵ الا رحمۃ من ربك ط ان فضلہ کان علیك کبیرا ۵ یعنی اگر ہم چاہیں تو بے شک ہم لیجائیں اُس چیز کو جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی پھر تم اُسکے لانیکے لئے اپنا کوئی کارساز ہمارے مقابلہ میں نہ پاؤ گے مگر یہ تمہارے پروردگار کی تم پر رحمت اور مہربانی ہے کہ ہم اسے باقی رکھینگے بے شک آپ کا فضل اے نبی تم پر بڑا ہے (رکوع ۱۰) یہ آیت نص صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت قیامت تک رہیگی اگر یہ شریعت بھی مٹ جائے (جیسا کہ بہائیوں کا خیال ہے) اور کوئی دوسری شریعت اسکی جگہ آجائے تو رحمۃ من ربك اور ان فضلہ کان علیك کبیرا کہاں ہوا بلکہ یہ تو افسوس اور دُکھ کی بات ہے ۰

---

پھر دوسری جگہ فرمایا واتل ما اوحی الیك من کتاب ربك لا مبدل لکلماتہ (سورہ کہف رکوع ۴) یہ قرآن کا دعویٰ ہے اور اس میں لا نفی جنس کا ہے۔ پس جب قرآنی کلمات بدلنے والے نہیں بلکہ قیامت تک قائم رہینگے تو اسکے ہوتے ہوئے نئی شریعت کس طرح آسکتی ہے ۰

---

پھر فرمایا الٓمّٓ ۰ ذٰلك الکتٰب۔ کہ یہی وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں اور جب خبر پر الف لام آجائے تو اس میں کمال اور حصر کے معنی پیدا ہوجاتے ہیں۔ جیسے ھو الرجل یعنی یہی ایک کامل مرد ہے۔ پس جب ایک قرآن ایک کامل کتاب ہے تو اسکی موجودگی میں کسی نئی کتاب کی ضرورت نہیں اس کا کامل ہونا نئی کتاب کے آنیکو مانع ہے۔ اگر کہا جائے کہ موسیٰؑ کی کتاب بھی کامل تھی پھر وہ کیوں منسوخ ہوگئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰؑ کی کتاب قوم کے لحاظ سے کامل تھی اور قرآن تمام دنیا اور قیامت تک کے لئے کامل ہے پس یہ کامل وہ کامل نہیں ۰

---

پھر فرمایا ولتعلمن نبأہ بعد حین۔ یعنی ایک وقت آنیوالا ہے جب تم جان لوگے کہ قرآن ساری دنیا کے لئے ہے دوسری کتابوں کے لئے صرف للناس آیا ہے مگر قرآن کے لئے کافۃ للناس ہو تا ثابت ہو جائیگا۔ یوم سے مراد ایک ہزار سال ہیں اور یہ ہزار سال تین سو سال کے بعد شروع ہوتے ہیں ۰

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وتنذر یوم الجمع لاریب فیہ فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر۔ اس آیت میں آنحضرت صلعم کے بروز کا ذکر ہے یعنی تو ام القریٰ اور ما حولہا کو بھی ڈراوے اور اسوقت بھی تو ہی ڈرائیگا جس دن تمام جمع کیئے جائینگے یعنی جب تمام دنیا ایک ملک یا ایک شہر کی طرح ہو جائیگی تب بھی تو ہی ڈرائیگا اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور اب آپ خود دوبارہ تشریف نہیں لا سکتے اسلئے اسوقت آپکا بروز آئیگا اور اس کام کو انجام دیگا۔ اور ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کا بروز وہ ہو سکتا ہے جو آپکا متبع اور اُمتی ہو اور آپکی شریعت کو جاری کرے نہ وہ جو منسوخ کرے ٭

---

پھر بہائی اور بابی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور باقی دیگر انبیاءؑ سے بھی آپ افضل ہیں پس جب یہ بات ہے تو ہم بہائیوں سے کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فیض کا دریا تو دو ہزار سال تک جاری رہا اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض بھی کم از کم دو ہزار سال تک جاری رہنا چاہیئے۔ مگر برخلاف اسکے سید علی محمد باب نے آکر بارہ ۱۲۰۰ سو سال کے بعد ہی اس فیض کے بند ہو جانے کا اعلان کر دیا بتاؤ پھر آنحضرت صلعم حضرت موسیٰؑ سے کس طرح افضل ہوئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنے کمالات اور فیض روحانی سے ایکدوسرے سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں ورنہ نبوۃ کے لحاظ سے تو سب برابر ہیں لا فرق بینہم ٭

---

**تمباکو** (۱) زیڈ کاپ صاحب سابق چیف پروبیشنر آفیسر آف دی جوئی نائل کورٹ (چھوٹی عمر کے مجرموں کی عدالت) واشنگٹن فرماتے ہیں:۔

"میں سگرٹ کو جہنم کی آگ کا فلیتہ سمجھتا ہوں جسکی وجہ سے جسم میں بُری سے بُری شہوتیں بھڑکتی ہیں۔ میں نے واشنگٹن میں گذشتہ آٹھ سال کے اندر سولہ ہزار سے زیادہ چھوٹی عمر کے مجرموں میں سے زیادہ تر تمباکو پینے والوں کو کمزور چھوٹے قد کا۔ کم عقل اور بد معاش پایا۔"

(۲) مشہور مصنف رسکن صاحب نے فرمایا ہے کہ "تمباکو موجودہ تہذیب کی سب سے خراب قومی لعنت ہے"

**بھنگ۔ چرس۔ چنڈو** (ری رائیٹ) آنریبل مسٹر سیموئیل سمتھ صاحب ایم۔ پی فرماتے ہیں:۔

"خراب سے خراب برائیاں بھنگ۔ چرس اور چنڈو وغیرہ سے واقع ہوتی ہیں۔ ان کے نقصان دہ اثر ایک ایک آدمی کو پاگل بنا دیتے ہیں"

# ایک حدیث کی تشریح

## غیر احمدی اور پیغامی حضرات توجہ کریں

غیر احمدی اور پیغامی حضرات ختم نبوّۃ کے غلط مفہوم کی تائید میں ایک حدیث یہ بھی پیش کیا کرتے ہیں لم یبق من النبوۃ الا المبشّرات قالوا وما المبشّرات قال الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم او یُری لہ۔ جس کے معنی وہ یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اب آئندہ کے لئے نبوّت میں سے صرف مبشّرات باقی رہ گئے ہیں صحابہؓ نے سوال کیا کہ مبشّرات کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ وہ رؤیا صالحہ ہے جسکو مسلم دیکھتا ہے یا مسلم کے حق میں دکھائی جاتی ہے۔

اگر اس حدیث کے ان معنوں کو تسلیم کیا جائے تو صرف نبوّت ہی بند نہیں ہوتی بلکہ سلسلہ الہام بھی منقطع ہو جاتا ہے جسکو غیر احمدی حضرات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ کے غسل دینے کے متعلق اکثر صحابہؓ کو الہام ہوا۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب الکرامات فصل ثانی میں حضرت عائشہ سے روایت ہے فلما اختلفوا القی اللہ علیہم النوم حتیّٰ ما منہم رجل الا ذقنہ فی صدرہ ثم کلمھم مکلّم من ناحیۃ البیت لا یدرون من ھو اغسلوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثیابہ کہ جبوقت صحابہؓ کا اختلاف ہوا کہ آیا آنحضرتؐ کو ننگا کرکے نہلائیں یا کپڑوں میں تو خدا تعالیٰ نے ان سب پر نیند طاری کردی اور ہر ایک کی ٹھوڑی اسکے سینے کے ساتھ لگ گئی پھر کسی کلام کرنے والے نے مکان کے گوشے سے انسے کلام کی جسکو وہ جانتے نہیں تھے کہ وہ کون ہے۔ کہ آنحضرتؐ کو کپڑوں سمیت غسل کراؤ۔ اسی طرح مسلسل دیگر صلحاء امّت کا اسوہ اور انکے الہامات ان معنوں کو غلط ثابت کر رہے ہیں پس ان معنوں کے لحاظ سے تو یہ حدیث صرف ہمارے ہی خلاف نہیں ٹھیرتی بلکہ غیر احمدی حضرات کے عقیدے کے بھی خلاف پڑتی ہے بلکہ یہ مفہوم تو صحیح مسلم کی اس حدیث کے بھی خلاف ہے جسمیں کہ مسیح کے نزول کے بعد ان پر وحی کے نزول کا ذکر آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آئندہ صرف رؤیا ہی باقی نہیں ہے بلکہ الہام اور وحی کا سلسلہ بھی باقی ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ باب ذکر الدجال میں نواس بن سمعان کی حدیث میں آتا ہے اذ اوحی اللہ الی عیسیٰ انی قد اخرجت عبادا لی لا یدان لاحد بقتالھم فحرّز عبادی الی الطور کہ اسوقت خدا تعالیٰ عیسیٰؑ کی طرف وحی کریگا کہ میں نے ایسے بندے پیدا کیئے ہیں کہ کسی کی طاقت نہیں کہ انکا مقابلہ کرے پس تُو میرے بندوں کو طور کی پناہ میں لیجا۔

اصل بات یہ ہے کہ پیغامی اور غیر احمدی حضرات کو اس حدیث کے معنی کرنے میں غلطی لگی ہے آنحضرت نے فرمایا ہے: لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یہ قاعدہ ہے کہ لم جب مضارع پر آتا ہے تو اسکے معنی ماضی کے کردیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے الم یأتکم نذیر کہ ملائکہ جہنمیوں سے سوال کرینگے کہ کیا تمھارے پاس کوئی نذیر نہیں آیا تھا تو یہاں پر لم نے مضارع کو ماضی کے معنوں میں کردیا ہے اسکے معنی حال یا استقبال کے یہاں نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا کہ کیا انسان پر وہ زمانہ نہیں آیا کہ یہ کچھ چیز ہی نہ تھا تو یہاں لم یکن کے معنی حال یا استقبال کے نہیں ہو سکتے پس لم جب مضارع پر آجاتا ہے تو اسکے معنی ماضی کے ہوجاتے ہیں۔ تو آنحضرت صلعم اس حدیث میں اپنی بعثت کی ضرورت بتلاتے ہیں کہ وحی و الہام جو نبوت کے اعلیٰ انعامات میں سے ہے دنیا فترۃ کے زمانہ میں اس نعمت سے محروم ہوچکی تھی صرف رؤیا صالحہ باقی رہ گئی تھی جسکو مسلم دیکھتا تھا یا اسکی خاطر غیر مسلموں کو بھی دکھائی جاتی تھی (تاکہ وہ ایک مسلم کو محض وہمی اور مجنون نہ خیال کرنے لگ جائیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ لَو لگانے کا ایک ذریعہ انکے ہاتھ میں بھی رہے اور اگر کوئی مدعی وحی و الہام انکے زمانہ میں پیدا ہو تو وہ رؤیا صالحہ سے اندازہ کرکے وحی اور الہام کے دعوی کو سمجھ سکیں) چنانچہ مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ اس نعمت سے محروم ہوچکے تھے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو مبعوث فرماکر دوبارہ وحی و الہام کے سلسلے کا افتتاح فرمایا۔

فترۃ کا زمانہ ایک ایسا تاریکی کا زمانہ ہوتا ہے کہ دنیا پر ایک عام ظلمت چھا جاتی اور کفر کا بازار گرم ہوجاتا ہے اور بہت کم ایسے لوگ رہ جاتے ہیں جو درحقیقت خدا والے ہوتے ہیں اور اس ظلمت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ لوگ عموماً خدا تعالیٰ کے کلام کرنے پر شک کرنے لگ جاتے ہیں بلکہ پہلی الہامی کتابوں پر بھی انکو شکوک پیدا ہوجاتے ہیں۔ اذ قالوا ما انزل اللہ علی بشر من شیء (منکرین نے کہدیا کہ خدا نے کوکسی بشر پر کبھی کلام نازل ہی نہیں کیا) اسی طرح دوسری جگہ منکرین کا قول نقل کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وقال الذین لا یعلمون لولا یکلمنا اللہ کہ کلام الٰہی سے ناآشنا لوگ کہتے ہیں کہ اگر خدا کبھی باتیں کرتا ہے تو پھر وہ ہم سے کیوں نہیں کرتا۔ تب انبیاء کے ذریعے پھر انکو خدا تعالیٰ کی ہمکلامی کا یقین دلایا جاتا ہے جس سے پہلی الہامی کتابوں اور انکے لانے والوں پر بھی انکے دل میں ایمان اور یقین پیدا ہوتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کہ لوگ کلام الٰہی کی نسبت تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ (تم جو کہتے ہو خدا مجھ سے کلام کرتا ہے) خدا تعالیٰ کلام کس طرح کرتا ہے (قرآن کریم میں کلام الٰہی کو روح کہا گیا ہے

وکذٰلک اوحینا الیک روحا من امرنا کہ ہم نے تجھ پر اپنا کلام نازل فرمایا، تم انکو کہدو کہ جس طرح بادشاہ اپنے حکام کو رعایا کے لئے احکام دیتا ہے اسی طرح میرا ربّ بھی بندوں کیلئے مجھے احکام دیتا ہے اور تم کو جو کلام الٰہی کے متعلق علم دیا گیا ہے وہ بہت تھوڑا ہے یعنی رؤیا صالحہ جسکو ایک مسلم دیکھتا اور اسکی خاطر غیر مسلموں کو بھی دکھایا جاتا ہے جس سے ترقی کرتے کرتے انسان وحی اور الہام پانے کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جس کو فترۃ کے زمانہ میں لوگ کھو چکتے ہیں سو تم تاریکی میں پڑ کر کلام الٰہی کے اس اعلیٰ طریق سے محروم ہو اسلیئے تم شک کرتے ہو۔ اسکے بعد ان کو خدا تعالیٰ کے کلام کرنیکا یقین دلانے اور شک کو مٹانے کے لئے یہ ثبوت پیش کیا قل لئن اجتمعت الانس والجن علٰی ان یأتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا کہ اگر ان کو خدا تعالیٰ کے کلام کرنیکا شک ہے اور وہ قرآن کو انسانی اختراع خیال کرتے ہیں تو تم ان سے کہدو کہ وہ بھی کوئی قرآن اس کی مثال بنا لائیں سب جن و انس جمع ہو کر بھی کوشش کریں تو تب بھی وہ کامیاب نہ ہونگے کیونکہ انسان کی بنائی ہوئی چیز کی مثل تو انسان بنا سکتا ہے لیکن خدائے بے مثل کی بنائی ہوئی چیز کے مشابہ کوئی انسان نہیں بنا سکتا۔ پس وہ حدیث لوگوں کی گذشتہ حالت کو بتاتی ہے ورنہ اگر مضارع کے معنی لئے جائیں جس میں حال اور استقبال دونو زمانے شامل ہیں تو پھر آنحضرتؐ پر بھی وحی و الہام نہ ہونا چاہیئے تھا اور نہ صلحاء امّت کو الہام کی نعمت نصیب ہوتی اور نہ آنیوالے مسیحؑ کی وحی کی احادیث معتبرہ میں خبر دی جاتی ✣

---

**شراب** آسٹریلیا کے ڈاکٹر ہوایل مرے صاحب فرماتے ہیں:۔ ”آج سے پچاس برس پہلے شراب دوائی کے طور پر استعمال کی جاتی تھی۔ لیکن اب فارماکوپیا (دواسازی وغیرہ کی مستند کتابوں) میں اس کا ذکر بہت ہی کم ہے ..... اب (ڈاکٹر) ڈاکٹروں نے نسخوں میں شراب کا استعمال ترک کر دیا ہے“

ڈاکٹر ہاردی۔ ڈبلیو۔ وائی۔ بی صاحب لائق ڈاکٹروں کی جو سالانہ کانفرنس ہوتی ہے۔ ایسی ایک کانفرنس کے چیئرمین یا سبھاپتی تھے۔ فرماتے ہیں:۔ ”موجودہ زمانہ کے بڑے بڑے میڈیکل اور فارماکولاجیکل ڈاکٹر جنہوں نے شراب کی نسبت بڑی بڑی تحقیقات کی ہیں۔ اس بات پر متفق ہیں کہ شراب تو طاقت دینے والی ہے نہ کبھی تھی اور نہ آئندہ ہو سکتی ہے۔ وہ صرف نشہ لانے والی ہے۔ اس کا مقوی ہونا فرض کر لیا گیا ہے۔ مگر وہ نشہ پیدا کرتی ہے۔ اب برانڈی اور وسکی دونو کو فارماکوپیا سے خارج کر دیا گیا ہے۔ ہماری مسلمہ تعلیم یہی ہے کہ شراب صرف فضول چیز ہی نہیں ہے۔ بلکہ نقصان دہ ہے“

# پردہ کے متعلق اسلامی احکام
# اور
# پوپ صاحب کا اس کے اتباع پر مجبور ہونا

### پردہ کے متعلق اسلامی حکم

وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ...... ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن۔ القرآن الحکیم

ترجمہ:۔ کہدے فرمانبردار عورتوں کو وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنے ان تمام مقاموں کو ڈھانپ کر رکھیں جن سے بدروحوں کو مضرت رسانی کا موقع مل سکتا ہے۔ اور اپنے سنگار کی نمائش نہ کریں سوائے اسکے کہ جو مجبوری سے ظاہر ہو جائے اور چاہیئے کہ وہ اپنی اوڑھنیوں کو (باہر نکلتے وقت) اپنے گریبانوں پر ڈال لیں اور وہ اپنے پاؤں اور پنڈلیوں کو ایسے انداز میں رکھتی ہوئی نہ چلیں پھریں جس سے ان کی زینت کے وہ حصے ظاہر ہوں جو کہ چھپانے کے قابل ہیں۔ (یعنی پنڈلیاں وغیرہ ننگی نہ رکھی جائیں یا ان پر ایسا لباس نہ پہنا جائے جو کہ پورے طور پر ان کو چھپا نہ سکے)

### پوپ اور بشپوں کا عورتوں کی بے پردگی کے متعلق خیال

روم ۸ مئی بروز جمعہ "رومن کیتھولک چرچ کے بشپ اور خود پوپ عورتوں کے موجودہ خیالات۔ لباس اور اخلاقی رویہ کے متعلق نہایت ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگرچہ پوپ نے کبھی کوئی باقاعدہ فرمان اسکے متعلق جاری نہیں کیا لیکن اب وہ عورتوں کے موجودہ طرز لباس اور ان کی زندگی کے رویہ کے متعلق متواتر طور پر ایک نہایت گہرے افسوس کا اظہار کر رہا ہے۔ اور اس نے اس بات کو مقامی بشپوں کے سپرد کیا ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں اپنے خطوط کے ذریعہ عورتوں کی اس بے حجابی اور اخلاقی خرابی کو بڑھنے سے روکنے کی کوشش کریں۔

عورتوں کے ووٹ کا مسئلہ۔ ان کے مساوی حقوق کا سوال۔ ریشمی جرابوں کے استعمال کا چھوڑنا اور ٹخنوں تک لمبی گیون (گوٹ) کا پہننا یہ سب تحریکات رومن کیتھولک کے ہر ایک انتظامی مقام میں پہنچ گئی ہیں۔ اور پوپ نے بشپ برہام کے اس خط کو جو اس نے شرقی جرمنی کے ایک بشپ کو لکھا ہے بہت ہی پسند کیا ہے۔ اس خط میں لکھا گیا ہے کہ ہر وہ عورت جو کہ بہت شوخ [illegible]

اور اپنی حیا کو کھو چکی ہے۔ پاؤں اور پنڈلیاں ننگی رکھتی ہے اور جسم کے اوپر کے حصے کو پورا پورا نہیں ڈھانپتی اسکو شادی اور دیگر رومن کیتھولک واجبات کے مراسم بجالانیکی اجازت نہیں دی جائیگی۔ اٹلی کے شمال شرقی علاقہ کے بشپ کو بھی اسی مضمون کا ایک خط ان عورتوں کے متعلق موصول ہوا ہے جو کہ کھیلوں میں حصہ لیتی ہیں۔

کارڈینل لافان ٹینی کا یہ خیال پختہ ہو رہا ہے کہ ٹینس۔ گالف اور بعض دیگر مردانہ کھیلوں میں حصہ لینے کی وجہ سے عورتوں نے اپنے لباس میں تخفیف در تخفیف شروع کر رکھی ہے حتیٰ کہ اب بعض نے بغیر جرابوں کے پھرنا شروع کر دیا ہے۔ کارڈینل مذکور کی زیر صدارت تمام بشپوں نے وینس میں جمع ہو کر مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہے:۔

"عیسائیت کے حیا پر بے دینی نہایت خطرناک طور پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں اور لڑکیاں ان کھیلوں کی عادی ہو رہی ہیں جو کہ صریحاً عورتوں کی عزت اور وقار کے خلاف ہیں ان کا کھیلوں کی طرف یہ شدید میلان ان کے لئے اخلاقی خطرات کا موجب ہے۔ نیز ایسی عادات اور چلن پیدا کر رہا ہے جو کہ عورتوں کے اپنے عیال اور سوسائٹی کے متعلق جو فرائض ہیں ان کے خلاف ہیں۔ مزید براں انجیل کی اخلاقی تعلیم اور چرچ کی سعی شدید کے باوجود بعض نہایت قابل شرم فیشن عام ہو رہے ہیں۔ ہم تمام باپوں اور ماؤں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اِس بے دینی کے فروغ کو روکنے کی کوشش کریں۔"

نیز بشپوں نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ وہ عورتیں جو کہ جرابیں نہ پہنیں گی اور ایک مختصر لباس پہنکر اپنے آپکو بے ستر رکھیں گی انکو گرجا کی عبادات وغیرہ میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ پاؤں پنڈلیاں اور گردن و گریبان کو ننگا نہ رکھنے کے متعلق خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔"

یہ ہے وہ اعلان اور یہ ہیں وہ احساسات جو کہ یورپ کے روحانی پیشوا کی طرف سے بذریعہ تار یورپ اور امریکہ کے اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ اسکو پڑھئے اور اور قرآن کریم کے اس سادہ مگر پُر حکمت ہدایت کو دیکھئے جو کہ مندرجہ بالا آیات میں بیان کی گئی ہے۔ نادان یورپ نے اپنی مادی ترقی کے نشہ میں چور ہو کر اور اپنے ایک خود ساختہ غیر طبعی تہذیب و تمدن پر متوالا ہو کر الٰہی احکام پر معترض ہونے کی جرأت کر دی۔ اور اس نے سمجھا کہ شاید انکے مصنوعی خدا کی شریعت حقیقی خدا حکیم و علیم کی تجویز کردہ لوح ہدیٰ کے بالمقابل چل نکلیگی اور اس نے نہایت دلیری سے اسلام یعنی

حقیقی دین الٰہی اور دین فطرت پر جارحانہ حملے شروع کر دیئے۔ اپنے تمدّن کی ظلمانی رات میں جن جن راہوں سے اس نے اسلامی قلعہ پر حملہ کیا ان میں سے ایک سوراخ پردہ نسواں کا بھی تھا جو برق کی چمک سے اُس کو نظر پڑا۔ اور وہ سمجھا کہ یہ ایک ایسا سوراخ مل گیا ہے کہ جونہی کہ آلہ نقب اسمیں رکھ کر زور لگایا جائیگا اسلامی عمارت کی باقی اینٹیں بھی فوراً اُکھڑ جائینگی۔ لیکن اسکو کیا معلوم تھا کہ اس شب تاریک کے بعد جب دن چڑھیگا تو یہی پردۂ اسلام اُس کے ننگوں کے لئے پردہ پوش ہوگا۔ اور یہی سوراخ ان کے لئے امن کی کھڑکی ہوگا۔

خوشی کی بات ہے کہ یورپ کو اب اس بات کا احساس ہونا شروع ہو گیا ہے کہ مستورات کی موجودہ طرز زندگی اور اُن کی آزادی۔ غیر طبعی۔ غیر عیسویت۔ اور مخرب اخلاق و تمدّن ہے۔ ان کے صغار و کبار۔ عالم و جاہل۔ حکومت اور رعایا۔ سب میں اس موضوع پر بحثیں چھڑ گئی ہیں اور وہ خوب محسوس کر رہے ہیں کہ یہ آنیوالا خطرہ ان کے لئے وحاق بہم ما کانوا بہ یستہزءون کا منظر پیدا کریگا۔

آئے دن موجودہ سسٹم کے خلاف آوازیں اُٹھتی رہتی ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ۸ مئی کو بشپ ویلڈن اور ڈین آف ڈرہم نے کنگسوے ہال لنڈن میں مندرجہ ذیل الفاظ میں اس المناک حالت کا ذکر کیا:۔

"برطانیہ کی سوسائٹی کے اندر اخلاقی خرابی کے اسقدر یقینی آثار پیدا ہو گئے ہیں کہ چند سال قبل یقین نہیں کئے جا سکتے تھے۔ میری مراد قتل اور طلاق کے ان مقدموں سے نہیں جو کہ نہ صرف الٰہی شریعت کی بے حرمتی کرنیوالے ہیں بلکہ انسانی قوانین کی بھی ہتک کرنیوالے ہیں۔ سب سے زیادہ تکلیف دِہ بات جو ہے وہ انگریز عورتوں کی اخلاقی حالت کے متعلّق ہے۔ تعلیم یافتہ عورتوں نے بھی عدالت میں جا کر اپنی بدکاری کا اس طرح بے شرمی سے اظہار و اقرار کیا ہے کہ گویا کہ ان کی یہ حد سے گری ہوئی اخلاقی حالت بھی ایک قابل تحسین فعل ہے۔"

ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

**افیون** | ڈاکٹر بیک کلوک صاحب لکھتے ہیں:۔ "افیون کا ایک چھوٹا سا ریزہ یا الکوحل کا ایک قطرہ بھی ویسا ہی اصلی زہر ہے۔ جیسا کہ اُن کا ایک پونڈ یا گیلن" پروفیسر اروِنگ فشر صاحب اور ڈائرکٹر آف ہائی جین ممالک متحدہ امریکہ فرماتے ہیں:۔ "افیون زہر ہے اس سے درد میں تھوڑی دیر کیلئے آرام ملتا ہے۔ لیکن یہ درد کے اصلی سبب کو دُور نہیں کر سکتی۔ یہ صرف دماغ کو سُن کر دیتی ہے جسکی وجہ سے اعصاب کچھ محسوس نہیں کر سکتے۔ جب قوت دماغ اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے۔ تو کئی بار اعصاب.... پہلے سے زیادہ تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ نظام عصبی یعنی رسالیہ جال میں

# شذرات

**تین ہزار قبل مسیح کا ایک شاندار محل**

ماہرین آثار قدیمہ نے عراق عرب میں ایک ایسا پرانا شہر معلوم کیا ہے جو کہ تین ہزار قبل مسیح آباد تھا اور اس کا نام کش تھا۔ پروفیسر لینگڈن کا بیان ہے کہ شہر کش کے پہلے بادشاہ کا محل دو ایکڑ زمین میں واقع ہے۔ ایک بہت بڑا ہال ۲۰۰ فٹ لمبا اور ۳۰ فٹ چوڑا محل کی مغرب کی جانب بنا ہؤا ہے۔ اسکے وسط میں پانچ فٹ قطر کے گول ستونوں کی ایک قطار بنی ہوئی ہے اور ایک بہت بڑے برتن کا حوض بھی ہے۔ تخت شاہی کی طرف جانے کے لئے یہ ہال بطور پھاٹک ہے۔ اور یہ حوض بدیں غرض بنایا گیا تھا کہ اندر جانے والے داخل ہونے سے قبل ہاتھ منہ دھولیں۔ یہ ایک بہت ہی پرانا شاندار نمونے کا محل ہے۔ اور ایسے ابتدائی زمانے میں اپنے ستونوں کی ساخت کی وجہ سے فن عمارت کی تاریخ میں ایک انقلاب پیدا کرنیوالی عمارت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۲۲۰۰ سال قبل گھوڑا معلوم نہ تھا۔ لیکن اس عمارت کے انکشاف سے معلوم ہؤا ہے کہ وہاں بچوں کے ایسے کھلونے پائے گئے ہیں جو کہ گھوڑے کی شکل کے ہیں۔ نیز ایک اور شبہ کا ازالہ بھی ہؤا ہے جو مچھلی پکڑنے کی کنڈی اور طعمہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ تین ہزار قبل مسیح یہ دو چیزیں معلوم نہ تھیں۔ لیکن اس محل میں ایک ایسی پرانی کنڈی پائی گئی ہے جتنی پرانی آج تک نہیں پائی گئی۔ علاوہ ازیں دستی آئینے۔ سنگ ردان۔ ناخن گیر اور گلگونہ وغیرہ بھی پائے گئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین ہزار قبل مسیح عورتوں میں ان چیزوں کا استعمال رائج تھا۔

**ایک عورت کا استقلال**

میمی ڈیوڈ جو کہ ایک پتلی دبلی لڑکی ہے ۱۴ سال کے بعد ایک متبنی لڑکے کے ساتھ واپس پیرس میں آئی ہے۔ بدھ مذہب کی کتابوں کے مطالعہ کے شوق میں ۱۹۱۱ء میں یہ لڑکی برما چلی گئی۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اسکو تبت کے عجیب و غریب دار الخلافہ کے دیکھنے کا بھی شوق دامنگیر ہؤا۔ اور اس غرض کے لئے اس نے کئی سال تیاری میں خرچ کیے۔ چنانچہ دو سال تک ایک ۱۳۰۰۰ فٹ بلند پہاڑ کی غار میں اکیلی ایک قریب کے بھکشو سے بدھ ازم کی کتابوں کا مطالعہ کرتی رہی۔ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۱ء تک تبتی زبان اور ملک کے رسم و رواج سیکھنے میں لگی رہی تاکہ وہ اصلی باشندوں میں شمار ہو سکے اور غیر ملکی ہونے کا اس پر شبہ نہ ہو سکے۔ اسکے بعد اس نے اپنی مہم عظیم کا قصہ شروع کیا۔ کئی دفعہ وہ دور دراز تک

جنگلوں میں سے گذر کر لاسہ کی طرف گئی لیکن ہر دفعہ اسکو اجنبی سمجھ کر واپس کر دیا گیا۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں اس نے یہ سوچا کہ منزل مقصود تک جانے کے لئے اسکو صرف ایک ہی ساتھی کو ساتھ لیجانا چاہیئے۔ چنانچہ وہ ایک لڑکے کو ساتھ لیکر نکلی اور اب کی دفعہ وہ ایک خاصی دُور تک جانے میں کامیاب ہو گئی۔ لیکن پھر بھی جبکہ وہ نہایت برفانی پہاڑوں اور بلند و بالا چوٹیوں پر چل نکلی جن میں سے گذرنا نہایت دشوار اور جان جوکھوں کا کام ہے اصلی باشندوں کی اس پر نظر پڑ گئی اور اسکو پھر واپس کر دیا۔ آخر اس نے سوچا کہ چین کے رستہ تبت جانا چاہیئے۔ فقیرانہ لباس پہنکر اور اپنے ساتھی کو لیکر آہستہ آہستہ جنگلوں میں سے گذرنا شروع کیا۔ رات کو چلتی تھی اور دن بھر چھپی رہتی تھی۔ چلتے چلتے ۱۶۰۰۰ فٹ بلندی کا پہاڑ روک بن کر سامنے آیا۔ لیکن ہمت اور استقلال کی دیوی نے اسکو بھی فتح کیا اور پار ہو گئی اور اسکی کوفت راحت اور چین سے بدل گئی جبکہ شہر لاسہ اسکو اچانک نظر پڑا۔ وہاں پہنچ کر وہ دو ماہ تک رہی اور بھیس بدلانے کی وجہ سے اس سے کوئی مزاحم نہ ہوا۔ اس عرصہ کے بعد وہ چھپکر واپس ہو گئی۔ میمی ڈیوڈ کا یقین ہے کہ اس سے قبل کسی غیر ملکی اور اجنبی آدمی نے شہر لاسہ نہیں دیکھا۔

---

# انگریزی سالہ ریویو آف ریلیجنز کا ترجمہ

(بابت مئی)

## مختلف نوٹ

(۱)

**اسلام کی طرف رجوع** امریکن ڈراما نویس مسٹر ریوپری ہاپ وڈ نے جو دنیا کے سب سے مشہور ڈراما نویسوں میں سے ہیں۔ حال میں لنڈن میں بیان کیا کہ آج تک میرے علم میں کسی خوش میاں بیوی کی مثال نہیں آئی۔ ہمیشہ ہی حیرت اور افسوس سے مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ ایسا جوڑہ جس کو میں نے پہلے خیال کیا کہ یہ سچی خوشی منا رہے ہیں تو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حقیقت میں خوش نہیں۔ مثال کے طور پر میں کہتا ہوں کہ اگر میں کہیں دعوت کھانے جاؤنگا تو عورت مجھے ایک کونہ میں لیجا کر میرے پاس اپنے مرد کی شکایت کریگی کہ وہ ایسے کام میں لگا رہتا ہے جس سے مجھے دلچسپی نہیں۔ برخلاف اسکے خاوند علیحدہ موقعہ پاکر اپنی بیوی کی شکایت شروع کر دیگا کہ میری بیوی ہر لحاظ سے اچھی ہے لیکن ایک نقص یہ ہے کہ جب میں کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ اس میں حائل ہونا چاہیگی۔

مسٹر ہاپ وڈ کے نزدیک حقیقی بیچلر (غیر متاہل) وہ شخص ہے جو تین چار دفعہ شادی کر چکا ہو۔ طلاق کے متعلق انکا جو خیال ہے وہ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ "میرے خیال میں ہم اس دن کے قریب

ہو رہے ہیں جب طلاق ایک عام اور مانی ہوئی بات قرار دیجائیگی۔ موجودہ قوانین میں عجوبہ یہ ہے کہ اگر میاں اور بیوی دونو ہی طلاق لینا چاہیں تو اسکو ناجائز کہا جائیگا حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر دونو طلاق لینا چاہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں ایسا کرنے کا حق حاصل نہ ہو۔

لارڈ بک ماسٹر نے ہوس آف لارڈز میں کہا۔ "گو ہمارے قوانین موجودہ کسی وسیع حلقے پر رائج نہیں۔ لیکن انہوں نے ایسی ابتری پیدا کر رکھی ہے جو ناقابل تلافی ہے اور بہت گہری ہے۔ بے طلاق شادی کے اندر ایسے ایسے خطرناک جرائم کا ارتکاب ہوتا ہے۔ جنکی جڑ مضبوط ہو رہی ہے اور انکا اثر پھیل رہا ہے۔

—:(۲):—

**ورثۂ گناہ** مسیحی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جب سے کہ آدم نے گناہ کیا۔ گناہ آدم کے ہر بچے میں ودیعت ہو گیا۔ صلیب۔ کفارہ۔ نزول۔ نجات گویا تمام مسیحیت کی عمارت اس ایک عقیدہ پر مبنی ہے لیکن تہذیب کی ترقی نے اس عمارت کی بنیادوں کو بہت متزلزل کر دیا ہے۔ اور دنیا اسلام کی طرف آرہی ہے۔ اب کوئی شخص یہ ماننے کو تیار نہیں کہ انسان کلّی محروم نیکی پیدا ہوا۔ یا یہ کہ جو خیال بھی انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے وہ بد ہی ہوتا ہے۔ بمطابق تعلیم اسلام لوگ اب پیدائشی گناہ کے عقیدہ کے برخلاف پیدائشی عصمت کے خیال کی طرف آرہے ہیں۔ چنانچہ اخبار "ٹائمز" لکھتا ہے:۔

"یہ یقینی اور صحیح بات ہے کہ انسان کی گنہگاری ایسی طرز اور الفاظ میں بیان کی جاتی ہے جو تجربہ کے برعکس ہے۔ یہ خیال قبول کر لینا نہایت ناممکن ہے کہ انسان ہر پہلو سے اور ہر طرح بگڑی ہوئی ہستی ہے۔ یہ کہ اس کے اندر کوئی ایسی طاقت پیدا ہی نہیں ہوئی کہ وہ نیکی کر سکے۔ یا صداقت قبول کر سکے۔ انسان کے متعلق یہ خیال کہ وہ ہر خوبی سے بے بہرہ ہے۔ امر واقعہ کے صریح برخلاف ہے۔

—:(۳):—

**امریکہ میں اسلام** ماہ جولائی ۱۹۲۳ء سے لیکر جب کہ مجھے امام اور مبلّغ مقرر کیا گیا اس وقت تک صرف شہر سینٹ لوئی سے مَیں نے ۲۰۰ سو کس اسلام میں داخل کئے ہیں۔ اسلام کے متعلق ایک ہزار کتابیں۔ رسالے اور ٹریکٹ شائع کئے۔ اور تقسیم کئے۔ اور پانچسو ہمدرد اور عزیز دوست حاصل کئے۔ سینٹ لوئی میں ہمارا مشن ابتداء سے ہی اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہے۔ مجھے کئی قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ پر خدا میرا نگہبان ہے اور دعا میری تسلّی۔ مصائب ارادے میں مجھے اور بھی مستقل کر دیتے ہیں۔ میرا اجر خدا کے پاس ہے جو العزیز ہے۔ الحکیم ہے۔ تمام دوستوں سے میری درخواست ہے کہ مجھے اور بھی ترقی کی توفیق ملنے کے لئے دعا فرما دیں"

(۴)

**پٹنی میں عید**

اخبار وانڈزورتھ بارو نیوز لکھتا ہے:- "نہایت خوش کن موسم میں مسجد پٹنی ۶۳ میلروز روڈ کے سرسبز و شاداب میدانوں میں لنڈن کی احمدیہ جماعت نے ۲۵ اپریل بروز ہفتہ جلسہ عید الفطر منعقد کیا۔ سامعین اور مہمان مختلف ملکوں۔ رنگوں۔ اور نسلوں کے لوگ تھے اور سربرآوردہ لوگوں میں سے ڈاکٹر لیٹن۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ میجر ٹامس۔ اور کرنل ڈگلس سابق چیف کمشنر جزائر انڈیا تشریف فرما تھے۔ خطبہ مسجد کے امام ریورنڈ مولوی اے۔ آر۔ درد۔ ایم۔ اے نے پڑھا۔ خطبہ کے بعد امام نے ایک نہایت ہی عالمانہ اور فاضلانہ ایڈریس دیا۔ جس میں نہایت صفائی اور خوش اسلوبی سے اس تقریب کی حکمت کو بیان کیا گیا۔ ۱½ بجے مہمانوں کو ناشتہ دیا گیا جس میں ہندوستانی کھانے بھی شامل تھے۔ ۳½ بجے مولوی غلام فرید ملک ایم۔ اے نے ایک غایت درجہ کا دلچسپ اور فاضلانہ لیکچر دیا۔ جس کا موضوع "بائیبل میں نبی کریمؐ" تھا۔ لیکچرر نے بائیبل میں سے بہت سی پیشگوئیوں کے حوالے دیئے۔ خصوصاً دانیال۔ متی اور استثناء سے جن کے اندر ایک 'سید المرسلین'، کے آنے کا ذکر ہے۔ اور وہ پیشگوئیاں اسلام کے پیغمبر صلعم کے وجود میں پوری ہوئیں۔ لیکچر کے بعد کرنل ڈگلس نے ایڈریس دیا۔ اور ازاں بعد یہ گروہ (محبان) منتشر ہوا۔ بعض تو اپنے دلوں میں اس دلربا تقریب کے واضح اور گہرے اثرات لئے سیدھے اپنے گھروں کو ہو لئے۔ اور بعض دن کا باقی حصہ بھی اسی طرح بخوشی بسر کرنے کے لئے وہیں ٹھیر گئے الغرض اعلیٰ درجہ کی کامیاب تقریب تھی"۔

(۵)

**ایک سائنسدان کی مستقبل پر نظر**

بیس سال سے اوپر ہو چکے کہ احمد نبی علیہ السلام نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ آج سے تیسری صدی ساری نہ گذرنے پائیگی کہ وہ جو مسیحؑ کے نزول کو آسمان سے تک رہے ہونگے۔ وہ تمام خواہ عیسائی ہوں یا مسلمان کہلانے والے۔ بالکل مایوس ہو جائینگے۔ اور تب وہ اس عقیدہ سے دست بردار ہو جائینگے۔ تب دنیا میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی رہنما رہ جائیگا۔ اس پیشگوئی کے پورا ہونیکی علامات ابھی سے ظاہر ہونے لگی ہیں۔ چنانچہ مشہور روزگار سائنسدان ڈاکٹر فورنیر ڈی البے رسالہ 'کو ویڈمیس'، میں تحریر فرماتے ہیں کہ صرف ایک سو سال کے عرصہ کے اندر اندر نسلِ انسان یکجا ہو جائیگی۔ زمین ایک ہی حکومت کے نیچے ہو جائے گی۔ اور تمام روئے زمین پر ایک ہی زبان بولی اور سمجھی جائیگی"۔

**نبوکدنضر کا خواب** | نبوکدنضر جو بابل کا بادشاہ تھا اور جودہ کا فاتح۔ اسکی رؤیا دانیال کی کتاب کے دوسرے باب میں دانیال نبی کی زبانی یوں بیان ہے:۔

"تو نے اے بادشاہ نظر کی تھی اور دیکھ ایک بڑی مورت تھی۔ وہ بڑی مورت جس کی رونق بے نہایت تھی تیرے سامنے کھڑی ہوئی اور اُس کی صورت ہیبتناک تھی + (۳۲) اُس مورت کا سر خالص سونے کا تھا[۲۳] اُس کا سینہ اور اُسکے بازو چاندی کے اُس کا شکم اور رانیں تانبے کی تھیں۔ (۳۳) اُس کی ٹانگیں لوہے کی اور اُس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور مٹی کے تھے + (۳۴) اور تو اُسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر بغیر اُسکے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کے[۲۶] نکالے آپ سے نکلا جو اُس شکل کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کیا + (۳۵) تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کیئے گئے اور تابستانی کھلیہان کی بھوسی کی مانند ہوئے[۲۷] اور ہوا اُنہیں اُڑا لے گئی یہاں تک کہ اُن کا پتہ نہ ملا[۲۸] اور وہ پتھر جس نے اُس مورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا[۲۹] اور تمام زمین کو بھر دیا۔"

یہ خواب ہے اور اسکی تعبیر اسکے بعد دانیال نبی نے اس طرح بیان کی ہے:۔

"تو ہی وہ سونے کا سر ہے[۳۳] (۳۹) اور تیرے بعد ایک اور سلطنت[۳۵] برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہوگی[۳۶] اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کریگی (۴۰) اور چوتھی سلطنت لوہے کی[۳۷] مانند مضبوط ہوگی اور جس طرح کہ لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب ہوتا ہے ہاں لوہے کی طرح سے جو سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اس ہی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کریگی اور کچل ڈالیگی + (۴۱) اور جو کہ تو نے دیکھا کہ اُسکے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمہار کی ماٹی کی اور کچھ لوہے کی تھیں[۳۸] سو اُس سلطنت میں تفرقہ ہوگا۔ مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اُس میں لوہا گلاوے سے ملا ہوا تھا سو لوہے کی توانائی اُس میں ہوگی + (۴۲) اور جیسا کہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ ماٹی کی تھیں سو وہ سلطنت کچھ قوی کچھ ضعیف ہوگی + (۴۳) اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا گلاوے سے ملا ہوا ہے وہ اپنے کو انسان کی نسل سے ملائینگے۔ لیکن جیسا لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا ویسا وہ باہم میل نہ کھائینگے۔

(۴۴) اور اُن بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا[۳۹] ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی[۴۰] اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضے میں نہ پڑیگی۔ وہ اُن سب

مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کریگی ۴۴ اور وہی تا ابد قائم رہیگی (۴۵) جیسا کہ
تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اسکے کہ کوئی ہاتھ سے اُسکو پہاڑ سے کاٹ نکالے آپ سے آپ
نکلا اور اُس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ۴۲
خدا تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے ہونیوالا ہے۔ اور یہ خواب یقینی ہے
اور اُس کی تعبیر یقینی "

یہ ہے تعبیر جو کہ دانیال نبی نے اس رؤیا کی بیان کی۔ چنانچہ وہ اس طرح پر پوری ہوئی کہ بُت کا سر بابل کی حکومت تھا۔ سینہ اور ہاتھ جو چاندی کے تھے۔ میڈو پرشیا کی حکومت تھی جس نے بابی لون کی حکومت کو فتح کر لیا تھا۔ پیٹ اور پیتل کی رانیں یونانی حکومتیں تھیں جس نے سکندر اعظم کے ماتحت میڈو پرشیا کی حکومت کو فتح کر لیا اور قبضہ کیا۔ اور لوہے کی ٹانگوں نے سلطنت روم کی خبر دی تھی۔ جو کہ بہت ہی ذی مقدرت اور مضبوط تھی۔ اور جس نے وہ علاقہ فتح کر لیا تھا جو کبھی سکندر اعظم کی مملکت کا جزو تھا۔ شاہ نبوکدنضر کے خواب کی رو سے روم کی عظیم الشان سلطنت شہنشاہ تھیوڈاسی اس کی وفات پر دو حصوں میں بٹ گئی مغربی حصہ جسکا دار الخلافہ روم تھا۔ اسکے بیٹے ہانوری اس کے زیر حکومت تھا اور مشرقی حصہ جس کا دار السلطنت قسطنطنیہ تھا اسکے دوسرے بیٹے آرکاڈی اس کی محکومیت میں تھا۔ انجام کار مغربی حصے کو ممالک غیر کے وحشیوں نے لوٹا اور پامال کر دیا۔ اور ۴۷۶ء میں اس کا نام صفحۂ روزگار سے بکلی اُڑ گیا۔ ۵۵۳ء میں اٹلی یعنی مغربی حصہ سلطنت روم کے مشرقی حصے میں ایک معمولی صوبہ بنا کر شامل کر دیا گیا۔ اور اسکا انتظام سلطنت قسطنطنیہ سے بھیجے ہوئے حکام کے ماتحت ہو گیا۔ وہ موعودہ "پتھر" کا ٹکڑا جو بغیر ہاتھوں کی مدد کے کاٹا گیا تھا شہنشاہ ہرقل کے عہد میں بردہ واقعات پر نمودار ہوا۔ اس نے "بُت" کے پاؤں کو ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ یہ "پتھر" سیدنا محمد صلعم کا مبارک وجود تھا۔ جسکے پیرووں نے روم کی زبردست اور (غیر مفتوح) سلطنت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ یہ وہی پتھر تھا جس کا ذکر رؤیا میں کیا گیا ہے اور جو تمام زمین میں پھیل گیا۔ یہی وہ پتھر تھا جسکو بغیر ہاتھوں کے کاٹا گیا تھا۔ کیونکہ بالکل معمولی ابتداء سے اُس نے ایک ایسی عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی جس نے مغرب کی طرف بحر اوقیانوس کے ساحلوں سے لیکر مشرق کی جانب دیوار چین تک۔ اور جنوب میں راس کماری سے لیکر شمال میں ماسکو کے قریب تک تمام زمین کو گھیر لیا۔ یہ وہی پتھر تھا۔ جسکو معماروں نے رد کیا۔ لیکن یہی کونے کا سرا بنا۔ اور

جس پر یہ گرا اسکو چُور چُور کر دیا۔ اور جو اس پر گرا وہ بھی پیسا گیا۔ اور اس طرح وہ نوشتہ پورا ہُوا۔ جو یوں بیان تھا کہ :-

یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ " جس پتھّر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہ کونے کا سرا ہُوا یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لیجائیگی اور ایک قوم کو جو اس کے میوہ لائے دی جائیگی۔ جو اس پتھّر پر گریگا چُور ہو جائیگا۔ پر جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا" (باب ۲۱ آیت ۴۱ و ۴۲ و ۴۳)

—:(۷):—

## اسلامی عبادت میں حکمت

دو سال کا عرصہ ہُوا کہ میں مذہب فطرت یعنی اسلام میں داخل ہُوا۔ اور بنی آدم کے کامل رہنما یعنی قرآن کی پیروی شروع کی۔ اس وقت تک جو اثرات اسلامی نماز نے میرے دل پر کیئے وہ یہ ہیں :-

ادائیگی نماز کے وقت نمازی کو کیا بلحاظ خیالات اور کیا بلحاظ جسم پاک صاف ہونا ضروری ہے۔ مسلم کی نماز تمام عبادات کے طرزِ عمل پر حاوی ہے اور تمام بدنی و روحانی اقسام پرستش کا مجموعہ۔

۱۔ حالاتِ رکوع سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ انسان خدا کی عظمت کو دیکھ کر اپنا سرِ نیاز عالمِ تحیّر میں خم کر دیتا ہے۔ اور ازاں بعد کمال انکساری سے سیدھا ہو جاتا ہے۔

۲۔ سجدہ کامل فرمانبرداری کی تصویر ہے۔ جس سے غایت درجہ کے قُرب اور عاجزی کا اندازہ لگتا ہے

۳۔ قعود بارگاہِ الٰہی سے بندہ کے حصولِ اعزاز پر دلالت کرتا ہے۔ کہ کس طرح اُس نے نیازمندی قبول کر لی اور بیٹھنے کی اجازت دی۔

۴۔ انجام کار سلام پھیر دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس روحانی منزل کے طے کرنے کے بعد بندہ پھر روزمرّہ کی زندگی کی طرف عود کرتا ہے۔

سب سے زیادہ توجہ کو کھینچنے والی یہ بات ہے کہ نمازی ساری نماز اس خیال میں محو ہو کر ادا کرتا ہے کہ دربارِ ایزدی میں کھڑا ہے۔ خدا کی حمد اور اس کا شکر صیغۂ غائب میں زبان سے نکالتا ہے۔ جو بہت ہی ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔ تب جبکہ خدا اسکے کلمات حمد سے مسرت پا کر خود کو ظاہر منکشف کرتا ہے تو وہ ہمہ تن اسکے حضور حقِ عبادت کے ادا کرنے کی ناقابلیت و اپنی بے بسی اور اسکی ہدایت کی ضرورت کا اقبال کرتا ہے۔ پھر قرآن کریم سے جو نسلِ انسان کے لئے

آخری مقدس صحیفہ ہے۔ آیات تلاوت کرتا ہے۔ جن میں یہ کمال ہے کہ وہ نہایت صحیح غلطی سے منزّہ۔ غیر محرّف۔ اور بے داغ الفاظ ہیں چونکہ خدا کا کلام ہے۔ اس واسطے یہ کہنا بجا ہے کہ بندہ خود خدا کو بولتے ہوئے سُن رہا ہوتا ہے۔

حقیقت کا کچھ شناسا ہو کر وہ خوف۔ حمد اور محبّت کے جذبات سے سرنگوں ہوتا ہے اللہ کی عظمت کے مقابلے میں اپنی عبادت کو ناچیز اور خود کو عاجز گردان کر پھر وہ سیدھا ہوتا ہے۔ گو زیادہ دیر قیام نہیں کر سکتا۔ پر اسکی غیر محدود شوکت۔ اور اپنی معمولی سی ہستی کو دیکھ کر غبار ہو کر سطح زمین پر سجدہ کی صورت میں گر جاتا ہے۔ بندے کی عاجزی سے خوش ہو کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا نے کہا "اُٹھ! میرے عزیز فریادی اور میری تعریف کرنیوالے رونا ترک کر" اور یہ کہکر اُسکو اُٹھا لیتا ہے۔ خدائے برتر کی کمال شانِ بزرگی سے متحیّر ہو کر وہ اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے کہ ایک اور سجدہ کر دے۔

(غرض، کوئی مذہب اس کرۂ ارض کی سطح پر موجود نہیں جو اس (حُسنِ عبادت) کے مقابلے کی تاب لا سکے۔

## انبیاء علیہم السّلام کے حقوق

قرآن شریف نے اپنی ایک خصوصیت یہ پیش کی ہے کہ تمام صداقتوں کو تسلیم کرتا ہے تمام قوموں کے بزرگوں کو مانتا ہے چنانچہ قرآن میں متعدد جگہ مصدق لما معکم آیا ہے ایک جگہ فرمایا وَاِنْ مِنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ کہ کوئی اُمّت ایسی نہیں گذری جنہیں خدا کا کوئی فرستادہ نہ آیا ہو۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پُہنچتے ہیں کہ ہم بھی تمام دنیا کے نبیوں اور بزرگوں کا ادب اور احترام کریں یعنی تمام بزرگوں کی عموماً اور جن کا ذکر قرآن و حدیث میں آیا ہے اُن کی خصوصاً عزّت کریں اور ادب سے نام لیں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں۔ ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم ٭ ہمچو خاکے اوفتادہ بردرے۔ اس لئے ہم احمدیوں کو اس معاملہ میں حضرت صاحب کا اسوہ حسنہ اختیار کرنا چاہیئے۔ پس ہم کو راجہ رامچندر جی اور حضرت کرشن جی وغیرہ لوگوں کا نام ادب اور عزّت سے لینا چاہیئے تو انبیاء علیہم السلام کا ایک حق یہ ہے کہ جب اُنکا نام سُنے تو علیہم السّلام کہے۔ ایک حق اُنکا یہ ہے کہ اُنکے لئے دُعا کرے کیونکہ اچھی اور نیک باتیں اِنہیں لوگوں سے دنیا میں شائع ہوئیں۔

۲۔ ایک حق یہ ہے کہ جب ہم کسی ملک میں جائیں اور دیکھیں کہ وہاں کے کثیر التعداد لوگ کسی کو اپنا

بزرگ اور پیشوا مانتے ہیں اور اُسکو خدا کا فرستادہ اور نبی جانتے ہیں تو ہم کو اسپر نیک گمان کرنا چاہیئے اور اجمالی طور پر ایمان لانا چاہیئے اور اُسکی عزت کرنی چاہیئے توہین یا حقارت نہ کریں کیونکہ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ معلوم ہے جھوٹے انسان کو اللہ تعالیٰ ایسی عزت نہیں دیتا اور سوائے خدا کے برگزیدہ لوگوں کے کبھی کسی کی عام قبولیت نہیں ہوتی۔

۴۔ایک حق یہ ہے کہ ہم کسی نبی پر اپنی طرف سے فضیلت نہ دیں کیونکہ فضیلت کا علم خدا ہی کو ہے اگرچہ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء سے نبی کریمؐ افضل ہیں۔ اور کسی چڑانے کے لئے مجلسوں میں اس بات کا اعلان کرنا کہ فلاں بزرگ فلاں سے افضل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے اسکو ناپسند کیا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ایکدفعہ ایک یہودی اور ایک مسلمان کی لڑائی ہوگئی یہودی کہتا تھا کہ حضرت موسیٰؑ افضل ہیں اور مسلمان کہتا تھا کہ نبی کریمؐ افضل ہیں موسیٰؑ سے۔ جب آنحضرتؐ صلعم کو اس کا پتہ لگا تو آپنے فرمایا کہ مجھ کو موسیٰ پر فضیلت نہ دو اسکے بعد حضورؐ نے حضرت موسیٰؑ کی ایک فضیلت بھی بیان کی اور اس بات سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بعض جگہ اپنی کتابوں میں حضرت مسیح ناصری اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو سخت الفاظ سے یاد کیا ہے۔ کیونکہ یہ تو حضرت صاحبؑ نے الزامی جواب کے طور پر لکھا ہے۔ مثلاً عیسائیوں نے نبی کریمؐ پر جو اعتراض کیا کہ معاذ اللہ آپ شہوت پرست اور زانی تھے زید کی بیوی زینب پر عاشق ہوگئے تھے۔ اسکے جواب میں سمجھایا ہے کہ تمھاری مسلمہ کتابوں سے تمھارے مسلمہ بزرگوں پر یہ الزامات آتے ہیں ہم تو سب کو پاکباز اور مقربین یقین کرتے ہیں چنانچہ آپنے خود اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جہاں کہیں میں نے ایسے سخت الفاظ لکھے ہیں اس سے مراد وہ یسوع ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور جس نے تمام نبیوں کو چور اور بٹ مار قرار دیا ہے ورنہ حضرت مسیح ناصری کو جن کا ذکر قرآن میں ہے ہم خدا کا سچا اور بزرگ نبی مانتے ہیں۔ اسی طرح آپ نے فرماتے ہیں کہ کیا کوئی شخص حضرت حسینؓ کو گالیاں دیکر زندہ رہ سکتا ہے۔ پس حضرت صاحبؑ نے ایسے الفاظ کسی خاص غرض سے لکھے ہیں اور حضرت صاحبؑ کو یہ حق حاصل تھا کیونکہ حضور خود ایک امام اور حاکم کی حیثیت سے ظاہر ہوئے۔ لیکن ہم کو یہ حق حاصل نہیں کہ ہم بزرگوں کا نام بے ادبی سے بھی لیں پس کسی کا بزرگوں کو اپنی تقریر یا تحریر میں بغیر عزت کے یاد کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ذکر کرنیوالے کے ایمان میں نقص ہے ہم کو اس طریق سے اجتناب کرنا چاہیئے ؛

# آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم پر یہ حقوق ہیں

۱- ہم حضورؐ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز اور پیارا سمجھیں جتنی غیرت ہم اپنے لئے رکھتے ہیں اس سے کہیں بڑھکر ہم کو حضورؐ کے متعلق غیرت ہونی چاہیئے۔

۲- حضورؐ کا ایک حق ہم پر یہ ہے کہ ہم آپکو سب سے افضل سمجھیں اور جتنے خطاب آپ کے متعلق قرآن میں آئے ہیں اُن کے ساتھ آپ کو مخاطب کریں اور آپکے تمام دعاوی پر ایمان رکھیں۔

۳- ایک حق آپ کا ہم پر یہ ہے کہ ہم خدا کے بعد سب سے زیادہ حضورؐ سے محبت رکھیں اگر ہمیں کوئی صدمہ پہنچے تو ہمیں حضورؐ کی وفات کے صدمہ کو یاد کرنا چاہیئے۔ ایک حق یہ ہے کہ ہم اُن تکالیف کو معلوم کریں اور یاد رکھیں جو حضورؐ کو اسلام کی اشاعت میں برداشت کرنی پڑیں۔

۴- ایک حق یہ ہے کہ ہم حضورؐ کے صحابہؓ اور ازواج مطہرات کا ادب کریں اور بے ادبی کا کوئی کلمہ استعمال نہ کریں۔ حضورؐ کی آل سے محبّت رکھیں۔

۵- ایک حق یہ ہے کہ ہم درود شریف کا التزام رکھیں اور جسوقت حضورؐ کا نام سُنیں تو درود شریف پڑھیں اور آپکے لئے رحمت کی دُعا کریں کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ جسکے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

۶- ایک حق نبی کریمؐ کا ہم پر یہ ہے کہ حضورؐ کے اقوال و افعال اخلاق و عادات دوسروں تک پہنچائیں کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے بلّغوا عنّی ولو کان اٰیة الخ (حدیث)

۷- حضورؐ کا ایک حق یہ ہے کہ ہم کو حضورؐ کے متعلق غیرت ہونی چاہیئے جب کوئی شخص حضورؐ کو بُرائی سے یاد کرے تو ہم بُرا منائیں اور اپنے اندر تکلیف محسوس کریں۔

۸- ہمیں ایسے ذو معنی لفظ بھی آپکے متعلق استعمال نہیں کرنے چاہئیں جن سے بُرے معنی بھی نکلتے ہوں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس بات سے منع کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے لا تقولوا راعنا الخ

۹- ایک حق یہ ہے کہ ہر مومن آپ کے واسطے مقام محمود کی دعا کرے کہ یا الٰہی ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب رسولوں سے بڑھکر مقام عطا فرما ہمارے نبیؐ تمام نبیوں سے بڑھ جائیں۔

۱۰- ایک حق ہم پر یہ ہے کہ جب ہم میں سے کوئی حج کرنے جائے تو حضورؐ کے مزار مبارک پر ضرور جائے۔ حضورؐ نے فرمایا من حجّ البیت ولم یزرنی فقد جفانی (الحدیث)

اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائے آمین ۔

# ایک مسلمان کے حقوق دوسرے مسلمان پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے اسّی دن پہلے حج کیا اور عرفات کے میدان میں ایک خطبہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا کہ جس طرح یہ مہینہ (ذوالحج) اور یہ شہر (مکّہ) اور یہ دن (عرفہ) معزز اور حرام ہے خبردار اسی طرح ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون۔ عزت۔ اور مال حرام ہے فرمایا کل مسلم علی المسلم حرام دمہٗ ومالہٗ وعرضہ (حدیث) پھر آپ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمان کو اپنی زبان اور ہاتھ سے تکلیف نہ دے۔ (المسلم من سلم المسلمون من یدہٖ ولسانہ) الحدیث

پس ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر ایک حق یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کو ملے تو السّلام علیکم کہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ معانقہ اور مصافحہ ضروری نہیں لیکن السّلام علیکم کہنا ضروری ہے۔ اور السلام علیکم کا جواب وعلیکم السّلام کافی ہے اگر اسکے ساتھ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ وغیرہ بھی کہے تو بہت اچھا ہے۔

۲۔ ایک حق یہ ہے کہ جب مسلمان بھائی سے ملے تو خوشی اور انبساط کے ساتھ ملے آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ان تلقی اخاک منبسطا (حدیث) یعنی اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے مل۔

۳۔ ایک حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان چھینک مارے اور الحمد للّٰہ کہے تو سُننے والا یرحمک اللّٰہ کہے ایک حق یہ ہے کہ مسلمان بھائی کی دعوت قبول کرے خواہ کسی حیثیت کا آدمی ہو نبی کریم صلعم نے ایک دفعہ ایک غریب درزی کی دعوت قبول کی۔

۴۔ ایک حق یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کا عیب دوسرے سے نہ کہے بلکہ خود اُسی کے مُنہ پر اُس کا عیب بتائے اور آئینہ کی طرح اپنے آپکو بنائے یعنی جس طرح آئینہ چہرہ کا عیب اور نقص دیکھنے والے کو بتاتا ہے اسی طرح یہ بھی اُس کا عیب کسی اور پر ظاہر نہ کرے خود اُسے کہدے کہ بھائی تم میں یہ عیب ہے اور نرمی اور احسن طریق پر کہے کہ کسی اور کو پتہ نہ لگے۔ المسلم مرآۃ المسلم (حدیث)

۵۔ ایک حق یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی اگر بیمار ہو تو عیادت کرے اور اسکے پاس جاکر اُسکے لئے دعا کرے اور اسکو تسلّی دے خواہ اسکی حالت کیسی ہی نازک کیوں نہ ہو اور اُسکی پیشانی پر ہاتھ رکھے اور کہے کہ اللّٰہ تجھ کو شفاء دے۔

۶۔ ایک حق یہ ہے کہ اگر کوئی مومن فوت ہو جائے تو اُس کا جنازہ پڑھے اور جنازہ کے ساتھ ساتھ جائے اور دفن کرے۔

۷- ایک حق یہ ہے کہ اگر کوئی مومن اضطراب اور گھبراہٹ میں ہو تو اسکی مدد کرے اگر روپیہ پیسہ پاس نہیں ہے تو زبان سے ہی سہی۔ من نَفَّسَ عن مومن کربة نَفَّسَ اللّٰہ کربة عنه (حدیث) ایک حق یہ ہے کہ غریب کی سفارش کرے اگر اسکی سفارش نہ بھی مانی جائے تو اسکو ثواب ملجائیگا لیکن یہ خیال رکھے کہ وہ سفارش ناجائز نہ ہو کیونکہ بدکار کی سفارش کرنا گناہ ہے لیکن اگر ایسا نہیں بلکہ نیک ہے اور واقعی حاجتمند ہے تو ضرور سفارش کرے خواہ اسکی سفارش منظور ہو یا نہ۔

۸- ایک حق یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے خواہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ظالم کی مدد یہ ہے کہ اسکو ظلم سے روکے اور مظلوم کو چھڑا دے اُنصر اخاك ظالما كان او مظلوما (حدیث)

۹- ایک حق یہ ہے کہ اپنے ہمسایہ مسلمان کا خیال رکھے اگر کوئی چیز لایا ہے تو اسکے بچوں کو بھی دے مشکل کے وقت اسکی مدد کرے۔

۱۰- ایک حق یہ ہے کہ جب کسی عیب دار مسلمان کو دیکھے تو اُسکو حقیر اور ذلیل نہ سمجھے بلکہ اُسکے لئے دعا کرے اور یہ دعا پڑھے الحمد للّٰہ الذی عافانی مما ابتلاك (حدیث)

۱۱- ایک حق یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کی عیب جوئی اور تجسس نہ کرے اگر میاں بیوی گھر میں لڑ رہے ہوں تو جلدی سے گذر جائے۔

۱۲- ایک حق یہ ہے کہ اپنے بھائی پر بدظنی نہ کرے بلکہ نیک گمان کرے جس کا حق ہے وہ تحقیق کرے لوگوں کا کام نہیں کہ تحقیقات کرتے پھریں اور خواہ مخواہ دخل دیں۔

۱۳- ایک حق مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ ہے کہ اگر وہ خدا کی راہ میں تبلیغ یا جنگ کے لئے گیا تو اسکے بال بچوں اور دوسرے گھر والوں کا خیال رکھے اور خبر گیری کرتا رہے ۞ از تقریر میاں محمد اسحٰق صاحب

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے